Digitized by Khilafat Library Rabwah

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظہرہ علی الدین کلہ

دنیا کے مذاہب پر نظر اور اہل مذاہب کا تشحیذ الاذہان

یعنی اردو رسالہ

ریویو آف ریلیجنز

قادیان سے ہر انگریزی ماہ کی پانچ تاریخ کو شائع ہوتا ہے

نمبر ۱۰ | ۶ اکتوبر سنہ ۱۹۳۲ء | ۴ رجادی الثانیہ سنہ ۱۳۵۱ ھ | جلد ۳۱

ایڈیٹر قاضی محمد ظہور الدین اکمل

فہرست مضامین

عورتوں کا درجہ عباسیوں کے زمانے میں
اسلام نے یورپ کیلئے کیا کیا — ترجمہ از ریویو انگریزی عبد الرحیم شبلی
حکومت اسلامی کے موٹے موٹے اصول — ۳۶۱–۳۶۶
اسلام اور لیگ آف نیشنز — مضمون چوہدری ظفر اللہ خانصاحب۔ ترجمہ جنید ہاشمی بی اے — ۳۶۷–۳۷۸
مسئلہ تثلیث کا آغاز نمبر ۲ — ترجمہ مضمون ملک غلام فرید صاحب ایم اے از ہیڈ ماسٹر محمد شفیع — ۳۷۹–۳۸۷
کیا انجیل مستقل شریعت کی کتاب ہے؟ — ڈاکٹر محمد صدیق صاحب سنوری از برہما — ۳۸۸
صلوٰۃ خمسہ تیس روزوں کا ثبوت — ۳۹۴
ترکستان میں مسلمان — ماخوذ — ۳۹۵–۴۰۰

چندہ سالانہ اندرون ہند سے تین روپے

مصدقہ طلباء اور غیر احمدیوں سے دو روپیہ آٹھ آنہ

چندہ سالانہ بیرون ہند سے تین روپے آٹھ آنے

قابل توجہ احمدی احباب

رسالہ ریویو کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ارشاد

"چونکہ ہماری جماعت کو معلوم ہوگا کہ اصل غرض خدا تعالیٰ کی میرے بھیجنے سے یہی ہے جو غلطیاں اور گمراہیاں عیسائی مذہب نے پھیلائیں انکو دور کرکے دنیا کے عام لوگوں کو اسلام کی طرف مائل کیا جاوے۔ اور اس غرض مذکورہ بالا کو جس کو دوسرے لفظوں میں احادیث صحیحہ میں کسر صلیب کے نام سے یاد کیا گیا۔ پورا کیا جائے۔ اس لئے اور انہیں اغراض کے پورا کرنیکے لئے رسالہ (ریویو آف ریلیجنز) جاری کیا گیا ہے۔ لیکن اب تک اس رسالہ کے شائع کرنیکے سرمایہ کا انتظام کافی نہیں۔ اگر خدانخواستہ یہ رسالہ کم توجہی اس جماعت سے بند ہو گیا تو یہ واقعہ میں اس سلسلہ کیلئے ایک ماتم ہوگا۔ اس لئے میں پورے زور کے ساتھ اپنی جماعت کے جوانمردوں کو اس طرف توجہ دلاتا ہوں کہ اس رسالہ کی اعانت کیلئے اس جماعت میں دس ہزار خریدار پیدا ہو جائیں تو یہ رسالہ خاطر خواہ چل نکلیگا۔ اور میری دانست میں اگر بیعت کرنیوالے اپنی بیعت کی حقیقت پر قائم رہ کر اس بارہ میں کوشش کریں تو اسقدر تعداد کچھ بہت نہیں بلکہ جماعت موجودہ کی تعداد کے لحاظ سے یہ تعداد بہت کم ہے۔ اے سچے مخلصو! خدا تمہارے ساتھ ہو۔ تم اس کام کے لئے ہمت کرو۔ خدا تمہارے دلوں میں القا کرے کہ یہی وقت ہمت کا ہے۔"

احباب مندرجہ ذیل ذرائع سے اس ارشاد کی تعمیل کر سکتے ہیں:-

(۱) اُردو ریویو کو اپنے نام جاری کرائیں۔ جو دوست خود انگریزی نہیں پڑھ سکتے۔ وہ ضرور اُردو رسالے کے خریدار بنیں اور مستطیع اصحاب اپنی گرہ سے قیمت ادا کرکے ناظم طبع و اشاعت کو اجازت دیں۔ کہ وہ کسی غیر مسلم یا غیر احمدی کے نام رسالہ جاری کر دیں۔ (۲) جو احباب اُردو رسالے کے خریدار نہیں وہ دیگر احمدیوں اور غیر مسلموں اور غیر احمدیوں کو تحریک کرکے حضرت مسیح موعودؑ کے ارشاد کی تعمیل کرنیوالوں کی فہرست میں اپنے آپکو داخل کریں۔ (۳) اہل علم و اہل قلم احباب رسالہ کے لئے مفید مضامین لکھ کر بھیجیں۔ اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ رسالہ زیادہ دلچسپ اور زیادہ فائدہ رساں اور زیادہ مقبول ہوگا جس سے خود بخود اسکی اشاعت میں ترقی ہوگی۔ (۴) احباب جماعت کے افراد کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد سے آگاہ کرکے انکو تحریک کریں کہ وہ مندرجہ بالا چار طریقوں سے کسی نہ کسی ایک یا زیادہ طریق سے رسالہ کی توسیع اشاعت میں حصہ لیں۔ (۵) انگریزی خواں گریجویٹ مہربانی فرما کر انگریزی رسالے کے مضامین کا ترجمہ کرکے اُردو رسالے کے لئے بھیجا کریں۔

(ناظر تالیف و تصنیف ۔ قادیان)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

شذرات

(ترجمہ انگریزی مرتبہ ملک غلام فرید صاحب ایم اے)

عورتوں کا درجہ عباسیوں کے زمانہ میں

اعتراض کیا جاتا ہے کہ اسلام نے عورتوں کا درجہ کم کر دیا۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ چودہ سو برس پہلے اسلام نے جس حد تک عورتوں کا درجہ بلند کیا تھا اُس حد تک آج یورپ بھی کرنے سے عاجز ہے۔ اگر آج بعض اسلامی ممالک میں عورتوں کی تذلیل ہو رہی ہے تو وہ اِس وجہ سے نہیں کہ اسلامی اصولوں پر عمل کیا جاتا ہے بلکہ اس لئے ہے کہ اُن پر عمل نہیں کیا جاتا۔ ہم تفصیل میں نہیں پڑنا چاہتے۔ صرف ابتدائی تاریخِ اسلام کا ایک ورق نقل کرتے ہیں جس سے معلوم ہو جائیگا کہ اسلام نے عورتوں کو سیاسی اور معاشرتی زندگی میں کیا حقوق دیئے تھے۔ سیّد امیر علی مرحوم اپنی "تاریخ اسلام" میں لکھتے ہیں:۔

"عباسیوں کے ماتحت عورتوں کا درجہ قریباً وہی تھا جو اُمیہ خاندان کے ماتحت رہا۔ دراصل سخت پردہ وغیرہ کا موجودہ طریق اُسوقت تک رائج نہیں ہوا تھا جب تک کہ قادر باللہ حکمران نہ ہوا کیونکہ اِس بادشاہ کی مرضی یہ تھی کہ مسلمان زیادہ ترقی نہ کریں۔ ورنہ منصور کے زمانہ میں، ہم پڑھتے ہیں، کہ دو شاہی بیگمات جو دراصل اُس کی بھتیجیاں تھیں زرہ بکتر پہن کر بائی زنطینیوں کی لڑائی پر گئیں۔ رشید کے زمانہ میں بھی، ہم دیکھتے ہیں، کہ عرب کی عورتیں گھوڑے پر سوار ہو کر جنگ کے لئے جاتی تھیں اور فوجوں کی رہنمائی بھی کرتی تھیں۔ مقتدر کی والدہ عدالتِ اعلیٰ کی صدر تھیں۔ اور وہ نہ صرف درخواستیں سُنتیں بلکہ سفیروں اور بیرونی ممالک کے معززین کو شرفِ باریابی بھی بخشتیں۔ اور متوکل کے زمانہ تک عورتیں اپنی علمی اور سیاسی مجالس منعقد کرتی ہیں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

رشید اور مامون کے عہدِ حکومت میں عورتیں علم و حکمت میں مردوں کا مقابلہ کرتیں۔ شعر و شاعری سے شغل رکھتیں۔ اور ہر طرح سے سوسائٹی کی زیب و زینت بنتیں۔

ملکہ زبیدہ ایک عالم فاضل عورت تھی۔ اور ایک قابل سخن گو۔ اس نے رشید کو کئی ایک منظوم مکتوب ارسال کیئے۔ اور جو خطوط اُس نے مامون کو اُس کے لڑکے امین کی وفات کے بعد لکھے تھے اُن سے بھی اُس کی قابلیت مترشح ہوتی ہے۔

عبیدہ طنبوریہ جو مامون اور معتصم کے زمانہ میں رہتی تھی کتاب الاغانی کا مصنّف لکھتا ہے کہ وہ ایک حسین و جمیل عورت تھی جس میں نیکی اور قابلیت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ اُس کو طنبور بہت اچھا بجانا آتا تھا اور اسی لئے اُس کا نام طنبوریہ پڑ گیا۔ اس کو شعر بھی کہنے آتے تھے۔

فضل ایک سخن گو اور شاعر تھی۔ یہ متوکل کے زمانہ میں ہوئی ہے اور کچھ عرصہ تک اُسکے محلوں میں رہی ہے۔ متوکل کے انتخاب کے بعد اُس نے شادی کر لی اور پھر بغداد میں ہی رہنے لگ پڑی۔ اُس کی شاعری ہمعصر شاعروں سے مقابلہ کرتی ہے۔

تیسخا شہداء جو چھٹے سنّہ ہجری میں ہوئی ہے بغداد میں تاریخ پر لیکچر دیا کرتی تھی اور اپنی خوشخطی کے لئے مشہور تھی۔

زینب اُمّ المویّد مشہور مصنّفہ تھی جو بارھویں صدی عیسوی میں ہوئی ہے۔ اُس نے قانون کے علماء اور فضلاء سے اپنی قابلیت کی ڈگریاں حاصل کر لی تھیں اور قانون پڑھانے کے لئے لائسنس بھی لے لیا تھا۔

صلاح الدین کے زمانہ میں تقیہ ایک عورت رہتی تھی جو احادیث پر لیکچر دیا کرتی تھی۔ یہ بھی ایک نامور شاعر تھی۔

امیر اُسامہ کے اوراق بتلاتے ہیں کہ عربوں کے عہدِ حکومت میں عورتوں کا درجہ کیا تھا۔

گیارھویں صدی کے پُر آشوب زمانہ میں جب مغربی ایشیاء کی سیاسی اور معاشرتی حالت اضمحلال میں تھی عورتیں اپنی بہادری اور جرأت کے لئے شہرۂ آفاق تھیں اور خصوصاً شہزار میں شادی ایک مقدّس کام سمجھا جاتا تھا، خانگی زندگی بابرکت خیال کی جاتی تھی اور بچوں کی پیدائش (خصوصاً لڑکوں کی) خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک رحمت تصوّر ہوتی تھی۔ ماؤں کے ذمّے لڑکوں اور لڑکیوں کی تربیت ہوتی تھی اور جب تک وہ بڑے نہ ہو جاتے۔ مائیں یہ کام سرانجام دیتیں۔"

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اِسلام نے یوروپ کے لئے کیا کیا؟

رابرٹ بریفالٹ نے اپنی مشہور و معروف کتاب "میکنگ آف ہیومینٹی" میں صاف طور پر اعتراف کیا تھا کہ یوروپ کی علمی اور دماغی ترقی محض مسلمانوں کی وجہ سے ہوئی۔ اُس نے تو یہ بھی کہدیا تھا کہ یوُرپ کے تمام علوم عربوں کی تہذیب و تمدّن کے ہی مرہونِ منّت ہیں۔ اب وِلن ووڈ ریڈ نے بھی اپنی کتاب "دی مارٹرڈم آف مین" میں اِسی قسم کا ایک کھلا اعتراف کیا ہے جو ناظرین کی معلومات میں اضافہ کرنے کے لئے درج ذیل کیا جاتا ہے۔ مسٹر ریڈ لکھتے ہیں:-

"اِس ملک کو پہلے کارتھیجین نے ابتدائی باشندوں سے چھینا۔ اُن سے رومیوں نے لے لیا اور رومیوں سے گوتھ نے اور گوتھ سے عربوں اور مسلمانوں نے۔ یہ خلفاء کی مقدّس سلطنت کا پہلا صوبہ تھا جس نے سلاسل غلامی سے رہائی پائی۔ اور اپنا مُلکی بادشاہ تخت پر بٹھایا۔

عربوں نے اسپین کو خوشحالی کی اُن منازل تک پہنچایا جہاں تک وہ کبھی نہ پہنچے تھے۔ اُنہوں نے ملک کو محلوں۔ مسجدوں۔ ہسپتالوں اور پُلوں سے آباد کر دیا۔ اور متعدد نہریں کھودیں جو پہاڑوں اور وادیوں میں سے گذرتی ہوئی قدیم رُومی فنِّ تعمیر کی یاد تازہ کرتی تھیں۔

عرب طرح طرح کے پھل اور قسم قسم کی سبزیاں اس ملک میں لائے۔ اور یہاں نیشکر کی کاشت کر کے شکر کی تجارت شروع کی۔ انہوں نے سونے چاندی کے سکّے اور پارے کی کانیں دریافت کیں۔ ریشم، روئی اور اُون کی صنعتیں جاری کیں اور یہ سارا مال سمندر کے راستہ قسطنطنیہ بھیجتے جہاں سے یہ عیسائی ملکوں میں تقسیم ہو جاتا۔

اِس ملک کا دارالخلافہ کارڈووا تھا جو ایک زرخیز علاقہ میں واقع ہے۔ اور جس کو دریائے گُڈلکوِیوِر سیراب کرتا ہے۔ اِس میں کئی شہر آباد تھے اور اُس کی مسجد عجائب عالم میں سے تھی۔ اِسکے دروازے پر کانسی کا کام کیا ہُوا ہے۔ اور اِس میں لاکھوں چراغ ہیں جو گرجوں کی گھنٹیوں سے بنائے گئے ہیں۔ اور اس کے ہزاروں ستون سنگِ مرمر کے ہیں جو ایک مرصّع اور منقش چھت کو سہارا دئیے ہوئے ہیں۔

اُس وقت جب یوروپ میں کتابوں کی اسقدر کمی تھی کہ اگر کسی کے پاس کوئی ہوتی بھی، تو وہ گرجے کو

Digitized by Khilafat Library Rabwah

دے دیتا، کہ شاید اُس کے گناہ بخشے جائیں۔ اور اُس وقت جب تین چار سو نسخے ایک بڑے گرجے کے لئے گراں بہا عطیہ خیال کیئے جاتے تھے۔ جب انگلستان میں بمشکل ایک ایسا پادری مل سکتا تھا۔ جو لاطینی کا انگریزی میں ترجمہ کر سکتا ہو۔ اور اُس وقت جب اٹلی میں ریاضی کے چند اُلٹے سیدھے ہندسے جاننے والے انسان جادوگر خیال کر لیے جاتے تھے۔ اِس ملک میں بچے بچے کو پڑھنا لکھنا آتا تھا۔ ہر شہر میں ایک لائبریری تھی اور کتابیں جمع کرنے کا لوگوں کو ایک خبط تھا۔ یہاں روئی اور بعد میں ململ کے کاغذ وسیع پیمانہ پر تیار ہوتے تھے۔ یہاں کی عورتیں بڑی بڑی شاعر اور بڑی بڑی گرامردان تھیں۔ یہاں اندھے بھی علم و فضل کے ماہر تھے۔ یہاں حکماء کیمیائی تجربے کیا کرتے تھے۔ اور اُنکے پاس بڑے بڑے دار العمل اور لیبارٹریاں تھیں۔ انہوں نے ہوائی جہاز بنائے۔ اور ہندوستان کے علم الکواکب اور الجبرے کا مطالعہ کیا۔

جب گوتھ نے ہسپانیہ فتح کیا تو پادریوں نے غلبہ حاصل کر لیا اور قدیم رومی قانون رائج کر دیا۔ لیکن اس اعلیٰ قانون کے ساتھ انہوں نے یہودیوں دہریوں اور منکروں کے بارہ میں بھی بعض قوانین جاری کر دیئے۔ جس طرح شخصی طور پر آج کا لڑکا کل کا باپ ہوتا ہے اسی طرح قوموں کے ساتھ بھی ہوتا ہے۔ وہ مذہبی تعصب جس نے فلپ کے ہسپانیہ کو تباہ کر دیا تھا اب گوتھ کے زمانہ میں بھی ایک بدی تھی۔

اس کے برخلاف عربوں کے زمانہ میں ہسپانیہ کی خوشحالی محض مسلمانوں کی رواداری کی وجہ سے تھی۔ کبھی کسی نے ایک شکست خوردہ، مفتوح، ملک کے ساتھ ایسا نرم سلوک نہیں کیا۔ جیسا مسلمانوں نے کیا۔ قوانین کی رُو سے عیسائیوں کو اپنے مذہب پر آزادانہ عمل کرنے کی اجازت تھی۔ ان کو دربار میں ملازمت دی گئی، بڑے بڑے عہدے اُنہیں کے پاس تھے۔ اور فوج میں بھی وہی بھرتی کیئے جاتے تھے۔ قریباً بارہ ہزار آدمی خلیفہ کے باڈی گارڈ یا محافظ ہوتے تھے اور یہ بہترین فوج ہوتی تھی۔ اس کا تہائی حصہ عیسائی تھے۔

لیکن پھر بھی بعض ایسے پادری تھے جو اپنے متبعین کو سُنایا کرتے تھے کہ اس طرح روادار ہونا ایک گناہ ہے۔ اور ایسے بھی متعصب ہوتے تھے جو اذان کے وقت جب موذن لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پکارا کرتا تھا تو اپنی پیشانیوں پر صلیب کا نشان بنایا کرتے تھے۔ اور بلند آواز سے پکارتے "اے خدا وند خدا تو خاموشی اختیار نہ کر۔ دیکھ تیرے دشمن غوغہ آرائی کرتے ہیں اور وہ جو تجھ سے متنفر ہیں سر اٹھا رہے ہیں"۔ یہ کہکر وہ مسجد کی طرف بھاگتے اور نمازیوں کی نماز کو خراب

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کرتے اور علی الاعلان کہتے تھے کہ حضرت محمد رسول اللہؐ (نعوذ باللہ نعوذ باللہ) جھوٹا نبی تھا جس کی خبر یسوع نے پہلے ہی دیدی تھی اور جب اِس بیّن اور کُھلی مفسدہ پردازی کرنے والوں کو کیفر کردار تک پہنچا دیا جاتا تھا تو شہیدوں کی ایک وبا پھیل جاتی تھی جو چھوٹے ملّیتی کے تعصب اور اُس کی نفرت سے کہیں زیادہ تھی۔"

حکومت اسلامی کے بعض موٹے موٹے اصول

مغربی سیاسیات میں حکومت اور مذہب دو الگ الگ چیزیں ہیں اور اس وجہ سے اُن کا اتحاد قطعی غیر ممکن ہے۔ ہم تاریخ میں پڑھتے ہیں کہ مذہب اور سیاسیات میں ایک لمبی جنگ ہوتی رہی اور اسی کا نتیجہ ہوتا تھا کہ تعصب کی وجہ سے ایکدوسرے پر وحشیانہ مظالم کیئے جاتے تھے۔ لیکن اسلام نے مذہب اور سیاسیات کو ایسے طریق سے ملایا ہے کہ اُن میں شقاق قطعی غیر ممکن ہے۔

خلیفہ دنیاوی اور روحانی امور کا بادشاہ ہوتا ہے اور وہ سیاسی اختیارات مذہبی اختیارات کی بنا پر استعمال کرتا ہے۔ پس اس وجہ سے مذہب اور سیاسیات میں کبھی چپقلش نہیں ہو سکتی۔

اسلامی نظامِ حکومت کے بعض قوانین تو مقرر ہیں اور بعض ایسے ہیں جن میں ضرورت کے ماتحت کمی بیشی کی جاسکتی ہے۔ موٹے موٹے اصول خدا کی طرف سے مقرر شدہ ہیں اور ان میں کسی خلیفہ کو دخل نہیں۔ خلیفہ لوگوں کی کثرت آراء سے مقرر ہوتا ہے اور جب ایکدفعہ مقرر ہو جائے تو جب تک وہ خدا کے احکام کی کُھلی نافرمانی نہ کرے اُس کو اِس عہدہ سے الگ نہیں کیا جاسکتا۔ تفاصیل کو چھوڑ دیا گیا ہے تاکہ وہ ضرورت کے ماتحت معرضِ عمل میں آئیں۔ مثلاً مجلسِ شوریٰ کے انتخاب کے متعلق کوئی مقرر شدہ قانون نہیں ہے۔ اِسی طرح یہ بیان نہیں کیا گیا کہ اسلامی حکومت صوبجاتی ہونی چاہیئے یا یونیٹری۔ جس طرح حالات ہوں اُن کے مطابق قرآن مجید کے مقرر شدہ اصولوں کے ماتحت یہ معرضِ عمل میں آئے گا۔

یہ بات کہ خلیفہ کو جسے سب سے زیادہ اختیارات حاصل ہوتے ہیں اپنے عہدہ سے دست بردار نہیں کیا جاسکتا۔ حکومتِ اسلامی کو Representative طریقہ حکومت کے برعکس نہیں بنا دیتی۔ اگرچہ اُس کے عہدہ کا وقت جمہوری سلطنت کے صدر کی طرح مقرر نہیں ہے لیکن پھر بھی اُس کا تقرر کثرت رائے کے ماتحت عمل میں آتا ہے اور حکومت کو ایک آدمی سے دوسرے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

آدمی تک منتقل کرنے کے لئے یہ بہترین طریق ہے۔ پھر خلیفہ اپنی کسی ذاتی خوبی یا پیدائشی حق کی بنا پر اس عہدہ پر مقرر کئے جانے کا دعویٰ نہیں کر سکتا یہ حقوق اُس کے ذاتی نہیں ہوتے بلکہ لوگ اس کو یہ حقوق دلواتے ہیں۔ اسکو معاشرتی زندگی میں کوئی امتیاز حاصل نہیں ہوتا۔ وہ دوسرے آدمیوں کی طرح ہی زندگی بسر کرتا ہے۔

اسلامی نظام حکومت کی ایک بڑی خاصیت یہ ہے کہ یہ اپنے آپ کو "بین الاقوامی" حالات کے ماتحت کر لینے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

اُنیسویں صدی میں یہ ضرورت محسوس ہوئی کہ "بین الاقوامیت" کو بھی حکومتوں میں دخل ہو۔ جنگ عظیم کے ہیبتناک نتائج نے دنیا کو یہ سبق دیا۔ کہ ایک بین الاقوامی مجلس بنائی جائے جو قیام امن کے لئے کوشاں رہے۔ شک ہے کہ لیگ آف نیشنز اس مقصد قصویٰ کو پالے گی۔ لیکن جو طریق اسلام نے بتایا ہے وہ یقیناً بین الاقوامی ضروریات کو پورا کرتا ہے۔ عیسائی اپنی اقبالمندی کے زمانہ میں بھی مختلف حکومتوں میں اتحاد پیدا نہ کر سکے۔ اور آج بھی ان سب کو ایک نظام میں منسلک نہیں کر سکتے۔ اور نہ ہی ملکی مفاد کو بین الاقوامی مفاد پر قربان کرنے کی کوئی عملی تجویز پیش کر سکتے ہیں۔ اور یہ کبھی ہو نہیں سکتا جب تک کہ اس مسئلہ کو ایک مذہبی رنگ نہ دیا جائے۔ جو نصب العین اسلام نے مقرر کیا ہے وہ یہ ہے کہ مرکزی نظام ایک خلیفہ کے ماتحت ہو جو دنیاوی اور روحانی دونوں امور کا "خود مختار" بادشاہ ہو۔ ممالک محروسہ اپنے اپنے ملکی کاموں میں خود مختار ہوں۔ اور ان سب کا تعلق مرکزی حکومت کے ساتھ ہو۔

اسلامی نظام حکومت کا ایک دوسرا اصول یہ ہے کہ قانون سب کے لئے یکساں ہو اور اس بارہ میں قطعی غیر جانبداری برتی جائے۔ کسی آدمی کو بغیر دو گواہوں کی شہادت کے مالی یا جانی تکلیف یا سزا نہ دی جائے۔ قانون سب کے لئے یکساں ہو اور خلیفہ بھی اس سے مستثنٰی نہ کیا جائے۔

پھر حکومت کا یہ فرض ہے کہ وہ دیکھے کہ اُسکی رعایا کا ہر فرد کم از کم ضروریات زندگی سے محروم نہیں ہے۔ ابتدائی خلفاء کے زمانہ میں ایک عام مردم شماری کی گئی تھی اس لئے نہیں کہ لوگوں پر ٹیکس زیادہ کئے جائیں بلکہ اس لئے کہ اُن کی اقتصادی حالت معلوم ہو تا کہ جہاں ضرورت محسوس ہو وہاں امداد پہنچائی جائے۔

یہ ہے وہ فیصلہ کُن جمہوری سلطنت کا مختصر ڈھانچہ جو اسلام نے تیار کیا تھا۔ بوجہ اپنی جدت کے اور اہم نتائج کے یہ سیاسی ادارہ نہ صرف تاریخ اسلامی میں اہمیت رکھتا ہے بلکہ ساری تاریخ عالم میں ایک نئے دور کا آغاز کرتا ہے۔ (ماخوذ از مضمون نذیر احمد بجوہ) مترجمہ عبدالرحیم شبلی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اسلام اور لیگ آف نیشنز

(آنریبل چوہدری ظفراللہ خان صاحب بار ایٹ لاء ممبر اگزیکٹو کونسل)

میں اس مضمون میں مختصر طور پر "حکومت" (State) کے اسلامی نظریہ کی بحث کو پیش کرنا چاہتا ہوں اور مختلف سلطنتوں کے باہمی تعلقات کے قواعد جو اسلام نے بتلائے۔ اور ان باہمی تنکر بجیوں پر منصفانہ فیصلہ صادر فرمایا جو دو یا دو سے زائد سلطنتوں کے درمیان اکثر وقوع پذیر ہوتے رہتے ہیں۔ بیان کرتا ہوں:۔

شروع میں واضح کر دیتا ہوں کہ اسلام نے جو نمونۂ حکومت پیش کیا ہے وہ ساری دنیا کے لئے ایک ہی "مرکزی حکومت" کی برقراری ہے تاکہ بین الاقوامی مناقشات و تفرقات کی اصل جڑ ہی قلم ہو جائے۔ پس عالمگیر اسلامی سلطنت کے تحت میں ہر ملک کو اپنے قومی مقاصد و مدعا کے بجالانے کی پوری پوری آزادی حاصل ہوگی اور نجی معاملات میں پورا پورا اختیار خود انتظامی ہوگا۔ لیکن باوجود اس کے کہ وہ بڑے دائرے کی شکل میں ایک ہی حکومت ہوگی۔ البتہ اس نمونۂ حکومت کی تحصیل کیلئے اسلام کسی شورش و سازش کی اجازت نہیں دیتا بلکہ ہر صورت میں ظلم و تعدی کو روکتا ہے۔ اس نظریہ کو حدِ کمال تک پہنچانے کے لئے وہ آہستہ آہستہ اور برضا و رغبت ارتقاء پر چھوڑتا ہے۔ اور ہم آسانی سے مشاہدہ کر سکتے ہیں کہ دنیا آہستہ آہستہ اس کی طرف آ رہی ہے۔ ذرائع آمد و رفت کی سبک رفتاری اس کرۂ ارض کو واقعی محدود جگہ بناتی جا رہی ہے۔ اور خاندانِ نوعِ انسانی کے بچھڑے ہوئے افراد پھر تعلقات باہمی پیدا کر کے قریبی اور نزدیکی ہوتے جا رہے ہیں۔ تعلیم کی اشاعت۔ اور تمدن کے باہمی مقاصد کا استفادہ اور تقریباً عالمگیر رواداری بڑے بڑے پہلو ہیں جن پر ترقی۔ حالات کی راہ پر قدم بڑھا رہے ہے۔ بنی آدم کی مختلف قومیں خاندان اولیٰ کے بکھرے ہوئے افراد ہونگے جو مرکزی سطوت کے بینی ضبط کے آگے سر تسلیم خم کرینگے لیکن دوسرے مقاصد کی طرح یہ مقصد ابھی پردۂ راز میں ہے۔ اور اس لئے اسلام نے معاملات کے ظاہری حالات کے ضوابط کے لئے چند شرائط رکھی ہیں۔ اور میں اب ان شرطوں کا خاکہ دکھلاتا ہوں۔

پیشتر اس کے کہ ہم مختلف حکومتوں کے باہمی تعلقات کے دستور العمل کے قواعد کی پڑتال کریں۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہم "حکومت" کی اسلامی اصطلاح تعیّن کرتے ہیں۔ اسلام دیگر دستور العوامل کی طرح حکومت کے دو رُخ لیتا ہے ایک بادشاہ اور دوسرے رعایا بادشاہ کو خلیفہ کے لفظ سے موسوم کیا جاتا ہے یعنی وہ شخص جس کو کسی ملک کے لوگ اس بات کے لئے انتخاب کرتے ہیں کہ وہ ان کے شخصی اور قومی حقوق کی نگہداشت اور احکام کے نفاذ کا ذمہ دار ہو۔ اسلام سوائے نمائندہ حکومت کے اور کسی شکل کی حکومت کی اجازت نہیں دیتا۔ حکومت میں شاہی رتبہ کا اسلامی خیال بیان کرنے کے لئے قرآن شریف "امانت" کا لفظ استعمال کرتا ہے جس سے یہ مراد ہے کہ بادشاہ کو یہ حکومت لوگوں کی طرف سے بطور امانت دیجاتی ہے اور اس کو یہ طاقت اپنی مرضی پر استعمال کرنے کی اجازت نہیں۔ اور نہ یہ اس کا کوئی پیدائیشی حق ہے یہ لفظ بجائے خود اسلامی بادشاہ یا حکومت کی طاقت و سرشت کو ظاہر کرتا ہے۔ قرآن پاک یہ نہیں کہتا کہ حکومت کا "حق" بادشاہ کے اختیار میں ہے جس کو وہ رعایا کی بہتری کے لئے استعمال کرتا ہے۔ بلکہ وہ ایسی چیز ہے جو رعایا بادشاہ کو محض اس لئے دیتی ہے تاکہ وہ افادۂ عام کے لئے استعمال کرے۔

بادشاہت کا پورا پورا اسلامی تصوّر واضح کرنے کے لئے مجھے قرآن پاک کی وہ آیت پیش کرنے کی اجازت دیجئے جو ہے تو مختصر مگر بادشاہ کے فرائض اور رعایا کے حقوق بالوضاحت بیان کرتی ہے وہ یہ ہے:۔

ان اللہ یأمرکم ان تؤدوا الامانات الیٰ اھلھا واذا حکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل ان اللہ نعمّا یعظکم بہ ان اللہ کان سمیعاً بصیراً ۝ (النساء ع ۸)

یعنی خدا تعالیٰ تمھیں حکم دیتا ہے کہ تم حکومت کی ذمہ واری ان ہاتھوں میں دو جو اس کے اہل ہیں وہ جو تم میں سے حکومت کے لئے چُنے جائیں انہیں چاہیئے کہ عدل و مساوات کو مدّ نظر رکھ کر حکومت کریں۔ وہ چیز جس کی خدا تم کو فہمائش کرتا ہے سب سے برتر ہے تحقیق وہ سُننے والا اور جاننے والا ہے۔ اس آیت کے پہلے حصے میں رعایا کو بتلایا گیا ہے کہ بادشاہ کا انتخاب انکے ذمہ ہے۔ نہ کہ بادشاہ خود اپنا انتخاب کرنے والا ہے یعنی بادشاہت وراثتی شئے نہیں۔ صرف یہ وجہ کہ وہ کسی بادشاہ کا بیٹا ہے اسے تخت کا وارث نہیں بناتی۔ یہ حقیقت صریحی ہے۔ اوّلین خلفاء میں سے بعض تو یہاں تک حکم دے بیٹھے ہیں کہ کسی فوت شدہ خلیفہ کا بیٹا اپنے باپ کے بعد فوراً ہی خلیفہ نہ بنادیا جائے کہیں ایسا نہ ہو کہ خلافت وراثتی حق بن جائے۔ تو گویا مسطورہ بالا آیت بادشاہت کو

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ایک امانتِ ثمینہ تصور کرتی ہے اور لوگوں کو تنبیہ کی گئی ہے کہ وہ اسے ایسے اشخاص کے ہاتھوں میں نہ دے جو اس کے اہل نہیں ہیں۔ بلکہ اس مقدس ذمہ داری کو ایسے اشخاص کے کندھوں پر ڈالا جائے جو اس کو دیانتداری اور وفاداری سے سرانجام دیں۔ یہ آیت اس بات کی طرف بھی اشارہ کرتی ہے کہ حکومت محض قانونی اختیارات کی تعیناتی ہے جو بعض حقوق کے تحفظ و اجراء کے خیال سے کسی کو دیئے جاتے ہیں اور جن کا انفرادی طور پر تحفظ و اجراء نہیں کیا جا سکتا پس حکومت ایک امانت ہے نہ کہ کسی کی جائداد! وہ حقوق جن کی نگہداشت کوئی بادشاہ کرتا ہے قوم کے ہیں۔ ان کا تعلق بادشاہ کی ذات یا اس کے دفتر سے نہیں ہے۔ بادشاہ کو اس سپردشدہ اختیار کا ناجائز اور بے محل استعمال نہیں کرنا چاہیئے۔ اور اپنی وفات کے وقت اسے لازم ہے کہ وہ بغیر کسی کمی و خرابی کے یہ امانت لوگوں کو واپس دیدے۔ اور اس مطلب کے لئے اس کو قومی مفاد اور شخصی حقوق کے تحفظ کی برقراری کے لئے ہر وقت ہوشیار رہنا چاہیئے۔ اس کو کوئی اختیار نہیں کہ اس کے کسی حصے کو ناقص اور عیب رسیدہ کرے ؛

وہ خود بھی اور وہ لوگ جن کو وہ رعایا پر اختیارات دیتا ہے دونو اپنے اپنے تفویض شدہ فرائض کی سرانجامی کو وفاداری اور انصاف پسندی سے بھگتانے کے ذمہ دار ہیں۔ اس کے بعد آیت پیش گوئی کرتی ہے کہ مسلمان اس طرز حکومت کو کھو بیٹھینگے اور دوسرے لوگوں کی نقل میں جمہوری اور وراثتی قسم کی حکومت اختیار کر لینگے۔ لیکن یہ آیت ان لوگوں کو خدا تعالیٰ کی ہدایت و فہمائش یاد دلاتی ہے کہ مسلمان ہمیشہ نمائندہ حکومت کے حق میں رہیں۔ جو نہایت دانشمندانہ نصیحت ہے۔ آیت کے خاتمہ کے الفاظ کا اس طرف اشارہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کے لئے نمائندہ طرز حکومت کی اس لئے ہدایت دی ہے کہ وہ مختلف اقوام کی طرزِ حکومت کے نقائص و عیوب دیکھتا ہے اور اس کے ماتحت تکلیف سہنے والوں کی دعائیں سنتا ہے ؛

پس معلوم ہوا کہ اسلامی دستور اساسی میں بادشاہ کو رعیت کا نمائندہ ہونے کی حیثیت حاصل ہے۔ اور بادشاہ کو اپنی جگہ لوگوں کی پسندیدگی کے ماتحت اختیار حاصل ہے۔ البتہ خلیفہ کی وہ حیثیت نہیں جو صدر جمہوریہ کی ہے جمہوریت کے صدر کے برعکس وہ چند سال حکومت کرنے کی بجائے اپنی ساری زندگی کے لئے بادشاہ ہوتا ہے اس کے سپرد حکومت کے تمام اختیارات و احکام ہوتے ہیں۔ لیکن یہ اس کا فرض ہے کہ وہ اپنا تمام وقت اور استعداد اپنی رعایا کی بہبودگی و بہتری پر صرف کرے نہ کہ اپنی ذات کے نفع کے لئے۔ ملکی و فوجی اختیار اس کے ہاتھ میں حکومت کی بہتری کے لئے دیئے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جاتے ہیں اور اس کو اجازت نہیں کہ وہ خزانے سے کوئی رقم اپنے ذاتی اخراجات کے لئے لے یہ اصول اس قدر کڑا ہو گیا تھا کہ گو خلیفہ اپنے مشیروں کی اکثریت رائے پر بھی حکم کر سکتا ہے لیکن اپنا وظیفہ مقرر کرنے پر اس کو کوئی اختیار نہیں۔ ایسا کرنا اس کے مشیر السلطنت کا کام ہے ملک کے ہر ضروری امر میں اسے اپنی کونسل کی رائے لینی ہو گی گو شاذ شاذ موقعوں پر اسے عوام کی رائے بھی لینی چاہیئے تاکہ عام استصواب کے ماتحت اگر کوئی فرق لوگوں کی خواہشات اور ان کے نمائندگان کی صلاح میں ہو تو ملک کے اہم مسائل میں کارآمد ہو جائے۔ وہ معہودہ طور پر اپنی کونسل کی اکثریت رائے کی قدر کرنے کا پابند ہے مگر چونکہ وہ کسی قسم کے سیاسی معاملہ میں شراکت کرتا خیال نہیں کیا جاتا اور چونکہ وہ اپنے کسی ذاتی مفاد کے لئے کام نہیں کرتا اس لئے اس کی رائے غیر جانبدارانہ سمجھی جاتی ہے۔ جو سوائے رعیت و ملک کی بہبودی و بہتری کے کسی اور رخ سے نہیں دیکھی جاتی۔ چونکہ اس کے اوّلین فرائض میں سے ہے کہ وہ ملک کی بہبودگی مدّنظر رکھے اس کو یہ قدرت حاصل ہے کہ وہ حکومت کے تمام معاملات میں اپنی آخری اور فیصلہ کن رائے دے سکے۔ پس اس لئے وہ خاص اوقات میں اور خاص وجوہات کی بنا پر کونسل کی رائے کے مقابلہ میں اپنی رائے صائب سمجھنے کا حقدار ہے۔ چونکہ خدا تعالیٰ کے خاص اور براہِ راست احکام کے ماتحت چنا جاتا ہے جیسے کہ آیت مذکورہ سے معلوم ہوتا ہے اس لئے اسے ہر کام میں نصرت الٰہی اور تائید خداوندی کی رہنمائی ملتی ہے +

پس اسلامی بادشاہ اس لحاظ سے خود مختار ہوتا ہے کہ وہ کونسل کی رائے کو اپنی رائے کے سامنے ردّ کر دے۔ لیکن اس کی طاقت اس لحاظ سے محدود ہے کہ وہ اسلامی نظام حکومت پر کوئی حجت نہیں رکھتا جس کو مدّنظر رکھنا اس کا فرض ہے اور جس میں سے کوئی شعبہ وہ ردّ یا تبدیل نہیں کر سکتا۔ اس کا فرض ہے کہ وہ لوگوں سے بذریعہ نمائندگی مشورہ حاصل کرے یا عام مجمع میں براہِ راست رائے لے یا حکومت کے انتخابی کیریکٹر پر عمل پیرا ہو۔ وہ منتخب حاکم اس لحاظ سے ہے، کہ وہ خدائی تائید کے ماتحت لوگوں کی رائے سے منتخب ہوا ہے۔ جس کو دوسرے لفظوں میں ہم "نظامتی حاکم" بھی کہہ سکتے ہیں کیونکہ وہ نظامِ حکومت کے کسی قاعدہ کو توڑ نہیں سکتا۔ اور عام طور پر اس سے امید کی جاتی ہے کہ وہ لوگوں کے نمائندوں کی رائے کا تابع ہو۔ اور دوسری طرف وہ "خدائی حق" کی صفت میں اس لحاظ سے نظم و نسق کرتا ہے کہ اسے اس مرتبے سے الگ نہیں کیا جا سکتا (جب تک کہ وہ شریعت کی کھلی کھلی نافرمانی نہ کرے) اور اپنے فرائض و احکام کی انجام دہی میں تائید الٰہی کا وعدہ دیا جاتا ہے +

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مجلسِ شوریٰ اور گورنر اور دوسرے افسروں کا انتخاب اور نامزدگی کی تفصیلات کو اسلام نے جان بوجھ کر چھوڑ دیا ہے تاکہ یہ ضروریاتِ وقت کے ماتحت ارتقاء یافتہ ہوں۔ پس اسلام ایسی طرزِ حکومت کا متمنی ہے جس میں حکومت کا سردار قوم کا بہترین آدمی ہو۔ اور اپنا تمام وقت و استعداد حکومت کی بہبودگی و ترقی میں صرف کر سکے۔ وہ لوگ جنہوں نے دورِ حاضرہ و ماضی کی مروج طرزِ حکومت کا مطالعہ کر کے اُس پر غور کیا ہے وہ بالاتفاق اس بات کے ہمخیال ہیں کہ مذکورہ بالا طرزِ حکومت قومی مفاد حاصل کرنے کے لئے ارفع و اعلیٰ ہے +

اسلام نہ صرف حکومت کا والی انتخاب کرنے کے طریقہ کو ہی بیان کرتا ہے بلکہ والیٔ وقت کے مختلف فرائض اور اس کے مقابل رعایا کے فرائض کو بھی بتلاتا ہے ان فرائض کا ہلکا سا خاکہ بیان کر دینا بے محل نہ ہوگا۔

پہلا فرض جو اسلام نے حکومت کا مقرر کیا ہے وہ یہ ہے کہ وہ اپنی رعایا کی اخلاقی و دنیاوی بہبودگی و بہتری کی حفاظت اور سفارش کرے، اور وہ ان کی اشد ضروریاتِ زندگی کی تحصیل، اور ان کے مال و جان، گھر و بار کا بچاؤ کرے، رسول پاکؐ فرماتے ہیں:۔ کلکم راعٍ و کلکم مسئول عن رعیتہ ... (متفق علیہ) "کہ ہر ایک تم میں سے چرواہا ہے اور وہ افراد و اشیاء جو اس کے ماتحت ہیں اس کا وہ ذمہ وار ہے حاکمِ وقت رعایا کے ہر شخص کا ذمہ وار اور جوابدہ ہوگا۔ اور ہر آدمی اپنے کنبہ کے ہر فرد کا جوابدہ ہوگا اور ہر عورت اپنے گھر اور بچوں کی ذمہ وار ہے اور ہر خادم اپنے مالک کے مال و اسباب کا جو اس کے سپرد ہے جوابدہ اور ضامن ہے" (متفق علیہ)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان والیٔ حکومت قوم کا چرواہا ہوتا ہے جس کو ایک ریوڑ سپرد کیا جاتا ہے اس کی تمام ضروریات و حفاظت اس کے ذمہ ہیں مثلاً بھیڑوں کو اِدھر اُدھر بھٹکنے نہ دے اور شکار کے متلاشی بھوکے بھیڑیئے سے ان کو بچائے۔ ان کے گھاس پانی وغیرہ کا انتظام کرے۔ ان کو آرام کے لئے باڑہ مہیا کر کے دے اور ان کو ہر قسم کی امراض سے بچانے کی کوشش کرے اسی طرح اسلامی حکومت کا فرض ہے کہ ان کو تنازعاتِ باہمی، بدنظمی، شورش، جور و ستم کے بارہ میں باز رکھے۔ اور بیرونی حملوں کا دفاع کرے اس کی تمام ذہنی و داخلی ضروریات کا خیال رکھے۔ یہ اسلامی حکومت کا خصوصیت سے فرض ہے کہ وہ ایسے قدم اُٹھائے کہ اس کی رعایا کے ہر فرد کو اشد ضروریاتِ زندگی مہیا رہیں۔ کیونکہ اس کے بغیر وہ اشخاص جن کے متعلق اس کا فرض ہے کہ ان کی حفاظت کرے زندہ نہ رہ سکینگے۔ اس غرض کے لئے خلفائے قدیم کا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

دستور تھا کہ وہ مردم شماری کیا کرتے تھے۔ ٹیکس لگانے کے لئے نہیں بلکہ ضرورت کے مقام ریلیف دینے کے لئے۔ دوسری طرف اسلام سستی و کاہلی کو سخت نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور لوگوں کو کام کرنے کے لئے نصیحت کرتا ہے نیز اس نے بھیک مانگنا ممنوع قرار دیا ہے +

اسلامی حکومت کا دوسرا فرض یہ ہے کہ انصاف کے لئے معین نظام فراہم کرے اور اس غرض کے لئے مناسب کارروائی اور شہادت وغیرہ کے لئے مفصل قواعد تصنیف کرے۔ اس بارہ میں یہ خیال رکھنا چاہیئے۔ کہ نظامت انصاف کا اسلامی دستور اساسی کسی قانونی مشیر کو تسلیم نہیں کرتا۔ جیسا کہ آجکل ملکوں میں ہوتا ہے۔ اسلامی دستور اساسی میں "مفتی" ہوتے ہیں یعنی ایسے آدمی جنہوں نے قوانین کا خاص مطالعہ کیا ہوتا ہے۔ اور جن کا یہ فرض ہے کہ وہ لوگوں کو انکے قانونی حقوق سے آگاہ کرے اور یہ مفتی ضروری ہیں کہ حکومت کی طرف سے مقرر کیئے جائیں۔ اور وہ اپنے فرض کے متعلق رائے دینے کے لئے خاص طور پر قابل ہوں۔ اگر کوئی شخص حکومت کی طرف سے خاص اختیار کی عدم موجودگی میں کسی معاملے پر رائے زنی کریگا تو وہ مجرم ہے اور سزا کا مستحق ہے۔ مفتی کی رائے بوجہ اپنے ذریعۂ حصول و مرتبت کے قاضی یا جج پر بھاری ہوگی اور جب بڑے بڑے مفتی کسی بات پر متفق ہو جائیں جج عملاً ان کی رائے کا تابع ہوگا۔ لیکن اصطلاحاً اس کو رد کرنے کا بھی مجاز ہوتا ہے مفتی اپنی نصیحت اور مشورہ میں خواہ اختلاف رائے رکھتے ہوں لیکن وہ کسی مقدمہ میں کسی ایک پارٹی کی طرف نہیں ہو سکتے۔ جیسا کہ آجکل کے وکیل کسی مقدمے میں کسی خاص پارٹی کی طرف ہوتے ہیں۔ ان کا کام صرف یہی ہے کہ وہ اپنی رائے کسی خاص معاملے میں دیدیں تا کہ جج بوقت فیصلہ صحیح نتیجہ پر پہنچنے کے قابل ہو سکے +

اسلامی حکومت کے دیگر فرائض یہ ہیں۔ ملک کی بیرونی حملوں سے حفاظت کرنا، قومی تعلیم و تربیت اور صحت کا خیال رکھنا، اپنے علاقے میں امن و صلح رکھنے کی کوشش کرنا، ذرائع آمدورفت کا انتظام و اہتمام کرنا۔ لوگوں کا اخلاقی حالت اور مالی معاملات میں ہاتھ بٹانا خصوصاً پیشہ وروں کی مدد کرنا جن کے فن و ہنر کسی تسلی بخش آمد والے نہیں ہیں +

اسی طرح بالمقابل فرائض رعایا پر بھی عائد ہیں۔ مثلاً لوگوں کو گورنمنٹ کی اطاعت میں رہنا چاہیئے۔ خواہ ان کے مطالبات ان کی مرضی کے مطابق سرانجام نہ ہوتے ہوں اور ان کو ہر طرح کی مکمل مدد اور تعاون کرنا چاہیئے۔ شخصی حقوق کے لحاظ سے رعایا اور بادشاہ البتہ ایک ہی لیول پر ہیں۔ یہ اسلامی فقہ کا زریں اصول ہے کہ شہری حقوق کے لحاظ سے شخصی جھگڑوں میں خلیفہ اور

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ایک معمولی باشندے کے درمیان کوئی امتیاز یا محافظت نہیں ملتی۔ خلیفۂ وقت اسی طرح عدالت میں حاضر ہوگا جس طرح کہ دوسری طرف کا شخص اور اسے کوئی امتیازی حیثیت حاصل نہیں ہوگی +

یہ مختصر سا خاکہ ہمیں "اسلامی حکومت" کو انفرادی رنگ میں دکھلاتا ہے "عالمگیر حکومت" کے قیام میں اس میں کئی اسلامی اور کئی غیر اسلامی حکومتیں بھی شامل ہونگیں۔ اسلامی قوانین قدرتی طور پر اسلامی حکومت میں ہی جاری ہوسکتے ہیں اس لئے جب اسلام یہ کہتا ہے کہ مختلف حکومتوں کے باہمی تعلقات کا کیا ضابطہ ہونا چاہیئے۔ اور ان جھگڑوں کے تصفیہ کا کیا علاج ہے تو اس امر کو تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ اس کی تعلیم اسی پر نافذ ہوگی جو اس کی سطوت و جبروت کے آگے سرنگوں ہوجائے۔ پھر یہ غیر اسلامی حکومتوں کی مرضی پر ہے کہ وہ اسلام کے توضیحی قوانین کی پیروی کریں یا انکار کردیں۔ لیکن یہ ظاہر ہے کہ یہ معاملہ ان کے انتخاب پر ہے۔ اور صرف اسلامی حکومتوں میں ہی ان کو لازمی قرار دیا جاسکتا ہے +

اب میں اس طرف آتا ہوں کہ اِسلام نے وہ بین الاقوامی یا بین السلطنت تعلقات قائم کرنے کے لئے کیا راستہ تجویز کیا ہے۔ مختلف اقوام کے درمیان جو مخاصمات اور تنازعات ہوتے رہتے ہیں ان کے اسباب میں سے عموماً وہ حسد و رشک ہوتا ہے جو ایک قوم دوسری قوم کا کوئی خاص استحقاق دیکھ کر کرنے لگ جاتی ہے اور اس طرح جابر حکومت اپنے کمزور ہمسایہ سے بے جا طور پر چھین لینے کی کوشش کرتی ہے اس کے متعلق اِسلام نے ایک اصول مقرر کردیا ہے جس پر عمل کرنے سے ایسی تمام اَن بَن اور شکر رنجیاں دُور ہوسکتی ہیں۔ قرآن پاک میں فرماتا ہے :۔

وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ (طٰہٰ ع ۸)

"اور نہ اُٹھاؤ اپنی آنکھیں (حسد سے) ان دنیاوی نعمتوں کی طرف جو ہم نے دوسری قوموں پر نازل کیں تاکہ ہم ان کے اعمال کی جانچ کرسکیں۔ وہ جو تم پر تمہارے ربّ نے رزق بھیجا ہے بہتر اور ہمیشہ رہنے والا ہے" یعنی وہ چیزیں جو دوسروں سے لوٹی گئی ہوں ہمیشہ نفع دینے والی نہیں ہوتیں۔ اور یہ کہ ہر ایک قوم کو چاہیئے کہ وہ اپنے تمام عزائم اور ارادے ان طاقتوں اور قدرتی وسائل کے پوری طرح استعمال اور غور پر خرچ کرڈالے جو خدا تعالیٰ نے اپنی مہربانی سے ان کو عطا کیں نہ یہ کہ وہ دوسری قوموں کو لُوٹنے کا ارادہ کرے جن کو اس قوم نے اپنی محنت و مشقت کے صلے میں حاصل کیا ہے +

دوسری وجہ قوموں کی باہمی شکر رنجی کی یہ ہوتی ہے کہ قوموں کے درمیان بُغض و کینہ ہوتا ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مثلاً ایک قوم دوسری کو نقصان پہنچاتی ہے۔ لیکن اس وقت عارضی طور پر ان کے درمیان صلح کرا دی جاتی ہے لیکن مظلوم قوم ظالم قوم کی جانب اپنے اندر خفیہ بغض و عناد پالتی رہتی ہے اور اسوقت کی منتظر رہتی ہے کہ موقعہ ہو تو نقصان پہنچا کر بدلہ نکالے۔ یا اس سے ناجائز فائدہ اٹھانا چاہتی ہے جس سے پھر وہ جنگ و جدل اور تعدی و غارتگری میں مشغول ہو جاتی ہیں۔ اسلام نے اس کو منع کیا ہے اور قوموں کے درمیان استحقاقی گفتگوؤں کے متعلق صداقت اور راستگوئی کی ہدایت تاکیدی فرمائی ہے۔ قرآن پاک میں آتا ہے:۔

یاایھا الذین اٰمنوا کونوا قوامین للّٰہ شھداء بالقسط ولا یجرمنکم شنآن قوم علیٰ الا تعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتقویٰ واتقوا اللّٰہ ان اللّٰہ خبیر بما تعملون ۔ (المائدہ ع ۲)

"اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو۔ اپنے رب کی خاطر تمام کاموں میں سچائی اختیار کرو۔ اور لوگوں کے درمیان رواداری سے برتو۔ دیکھو کہیں کسی شخص کی نفرت تمھیں ناانصافی پر آمادہ نہ کرے انصاف سے برتو۔ کیونکہ متقی لوگوں کا یہی شیوہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کو اپنی ڈھال بناؤ اور وہ جانتا ہے جو تم کرتے ہو"۔

اگر لوگ اس بات پر اصرار اور ضد کرتے لگ پڑیں۔ کہ سیاسی ارکان اور صلح جو آدمی پبلک میں بھی اسی راستی و صداقت کا معیار قائم رکھیں جیسا کہ ان سے پرائیویٹ طور پر توقع کی جاتی ہے تو کچھ تعجب نہیں کہ غلط فہمیوں کے سیاہ بادل مختلف ممالک کی پراگندہ فضا سے چھٹ جائیں ❋

پھر اسلام یہ تعلیم دیتا ہے کہ ربط ضبط۔ عہد و پیمان اور معاہدات و عہدنامے نہ صرف جھگڑا کرنے والی قوموں کو ہی خود عزت کی نگاہ سے دیکھنے چاہئیں بلکہ کسی پارٹی کے دیگر حلیفوں کے درمیان بھی ملحوظ رکھنے چاہئیں اگر کسی حکومت کی طرف سے غداری یا دغا بازی کا احتمال ہو جائے تو فوراً ہی حملہ نہ کر دینا چاہیئے اور نہ کوئی ناجائز فائدہ ہی اُٹھانا چاہیئے۔ بلکہ پہلے تنبیہ کر دینی چاہیئے۔ کہ اس اس طرح بے ایمانی رُونما ہو رہی ہے اس لئے گذشتہ عہد و پیمان ختم ہوتے ہیں اگر پھر بھی وہ دغا بازی سے باز نہ آئیں تو جنگ کا اعلان کیا جا سکتا ہے اور دوسری طرف قوموں کے درمیان امن و آشتی رکھنے کا یہ بھی ایک طریقہ ہے کہ بیرونی حملہ کے لئے ہر وقت تیار رہے تاکہ ادھر دشمن کو حملہ کرنے کی رغبت ہی نہ ملے یہ دیکھ کر کہ ہمسایہ ملک بے خبر سو رہا ہے۔

پس اسلام یہ ہدایت فرماتا ہے کہ اسلامی حکومت ہر وقت تیار رہے کیونکہ اسے ہر وقت جنگ کا خطرہ ہے جب تک کہ اس کے ہمسایہ میں غیر قومیں اور دشمن ممالک بستے ہوں تاکہ ان کو کوئی حملہ کرنے کی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

طمع ہی نہ ملے۔ اس طرح اسلامی فوج کو یہ ہدایت حاصل ہے کہ وہ عورتوں بچوں نرسوں بوڑھے آدمیوں کو کسی قسم کا نقصان نہ پہنچائے۔ اسی طرح وہ لوگ جو مذہبی خدمت کے لئے اپنی زندگیاں وقف کر چکے ہوں۔ صرف انہی سے مصروف پیکار ہونے کا حکم ہے جو لڑنے کے قابل ہوں اور لڑائی میں دست بدست شامل ہوئے ہوں پناہ ہر کس وناکس کو دی جائے اور بے فائدہ لوٹ مار ہرگز جائز نہیں فصلیں عمارتیں اور پھل دار درخت نقصان سے بچائے جائیں۔ ہاں سخت ضرورت کے وقت حفاظت کی خاطر یا دشمن کی کسی تدبیر کا مقابلہ کرنے کے لئے انہیں ناقص کیا جا سکتا ہے جنگ کے بعد دشمن کو کمزور کرنے کی غرض سے ان کو نقصان پہنچانا جائز نہیں۔ اسی طرح صلح وصفائی کی تجاویز کبھی رد نہ کی جائیں۔ صرف یہ فرض کر کے کہ دشمن بددیانتی سے کام لے رہا ہے اور یہ صرف وقت چاہنے کا بہانہ ہے۔ جب تک کہ بددیانتی بالکل ظاہر نہ ہو جائے ایسی تجویزوں کی قدر کرنی چاہیئے ان کے متعلق مکمل ہدایات حضرت رسول کریم صلعم نے دیدی ہیں۔ جگہ کی کمی دیکھتے ہوئے اصل عبارت نہیں دی جاسکتی ؎

اسلام نے قوموں کے درمیان صلح اور فیصلہ کے لئے ایک مفاہمت پیش کی ہے جس کو حقیقت میں لیگ آف نیشنز۔ یا مجلس بین الاقوامی کے نام سے موسوم کر سکتے ہیں۔ اس فیصلہ کا ضابطہ مندرجہ ذیل آیت سے معلوم ہو سکتا ہے:۔

وان طائفتٰن من المؤمنین اقتتلوا فاصلحوا بینھما فان
بغت احدٰھما علی الاُخریٰ فقاتلوا التی تبغی حتیٰ تفیٓء الیٰ
امر اللہ فان فاءت فاصلحوا بینھما بالعدل واقسطوا ان اللہ
یحب المقسطین ٥ (الحجرات ع ۱)

"اگر دو اسلامی فرقے آمادہ پیکار ہو جائیں تو دوسرے فرقے ان کے درمیان صلح کرانے کی کوشش کریں لیکن پھر بھی اگر ان میں سے کوئی دوسرے پر حملہ کر دے۔ تو سب ملکر اس کے خلاف جنگ کریں حتی کہ وہ احکام الہی کے آگے سرنگوں ہو جائیں۔ اس کے بعد ان کے درمیان صلح کرا دی جائے انصاف ومساوات کو مدنظر رکھو کیونکہ اللہ تعالیٰ انہی لوگوں کو پسند کرتا ہے"

اس آیت میں درج شدہ ضابطہ یہ ہے کہ جونہی کہ کسی دو سلطنتوں میں جھگڑے کے آثار نمایاں ہوں دوسری حکومتوں کو چاہیئے کہ بجائے کسی ایک کی طرفدار ہونے کے دو لڑنے والی حکومتوں کو دوسری حکومتوں کے سامنے فیصلہ کے لئے بلایا جائے۔ اگر متخاصم حکومتیں راضی ہو جائیں تو فبہا۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ٹنکر رنجش بھی دُور ہو سکتی ہے۔ لیکن اگر ان میں سے کوئی فیصلہ کے لئے آمادہ ہونے سے انکار کر دے۔ یا سامنے آکر پھر اپنی جزا و سزا کو تسلیم کرنے سے منحرف ہو جائے تو وہ حکومتیں جو فیصلہ کرنے کے لئے کھڑی ہوئی تھیں۔ آپسمیں اتفاق کر کے نہ ماننے والی حکومت کو سزا و جزا کا پابند کریں اگر یہ ضابطہ عمل میں لایا جائے تو اکھڑ سلطنت فوراً سرنگوں ہو سکتی ہے۔ پھر اُس وقت حَکم سلطنتوں کو چاہیئے کہ متخاصم حکومتوں کے مابین صلح کی شرائط کا فیصلہ کرا دے۔ لیکن اتنی احتیاط رہے کہ خود بھی کہیں جھگڑے میں نہ پھنس جائیں۔ اور کوئی ایسا دعوٰی نہ کر بیٹھیں جو متمرّد حکومت کے ساتھ ایک نئے جھگڑے کی بنیاد رکھے۔ صلح کاری کی شرائط رکھتے وقت حَکم حکومت خیال رکھے کہ شرطیں واجبی و برحق اور قرینِ انصاف اور بلا رُو رعایت کے ہوں۔ اور اس خیال سے متأثر نہ ہوں کہ ان میں سے ایک حکومت نے پہلے ان کے حُکم کے آگے سرِ تسلیم خم نہیں کیا تھا۔ اگر ایک لیگ آف نیشنز۔ اس لائن پر چلائی جائے تو بین الاقوامی امن فوراً قائم ہو سکتا ہے۔ تمام فتنہ و بگاڑ اسی بات سے پیدا ہوتے ہیں کہ اگر دو ملک آپسمیں پھوٹ پڑیں تو دوسرے ممالک یا تو تماشائی بن جاتے ہیں یا ان میں سے کسی پارٹی کے طرفدار ہو جاتے ہیں۔ ایسی روش بجائے آتشِ فساد کو فرو کرنے کے اسے اور بھی بھڑکاتی ہے ؂

ملکوں کے درمیان فساد کا دوسرا منبع حکومت کا رویہ ہے۔ جہاں وہ ایسے ملک سے فائدہ اُٹھانا چاہتا ہے جو کسی جنگ میں مفتوح ہو چکا ہو۔ اور پھر اس پر صلح کی نہایت کڑی شرائط لگائی جاتی ہیں۔ جن کا تعلق دو متخاصم ملکوں کے ساتھ یا جس پر کوئی ڈنڈ عائد ہُوا ہو کسی طرح بھی نہیں ہوتا ایک دوسری ناچاقی کا باعث یہ ہے کہ انفرادی چال چلن کو اخلاقی کے درشت قواعد کی کسوٹی پر پرکھتے ہیں۔ لیکن جہاں قومی اخلاق کا ذکر ہو وہاں ان باتوں کو پسِ پُشت ڈال دیا جاتا ہے جب تک قومی اخلاق کو خُلق کے عام قواعد کے مطابق نہیں ڈھالا جاتا بین الاقوامی تعلّقات کسی تسلّی بخش بنیاد پر قائم نہیں ہو سکتے ؂

پھر اس کے علاوہ ایک اور فساد کی جڑ یہ ہے کہ مختلف حکومتوں اور ان کی رعایا کے درمیان تعلّقات کسی تسلّی بخش بنیاد پر قائم نہیں ہوتے اگر اپنی جگہ اسلام کی تعلیم کی فرمانبرداری کی جائے یعنی وہ لوگ جو کسی ملک میں بستے ہیں یا تو اس ملک کی گورنمنٹ کے ساتھ پورا پورا تعاون کریں اور دل و جان سے اس کی امداد کریں ورنہ اس ملک سے ہجرت کر جائیں۔ تاکہ وہ ملک کی فضا کو فساد سے پراگندہ نہ کریں تو پھر کوئی فساد نہ ہو۔ کوئی حکومت دوسری قوم پر حملہ کرنے کی جرأت نہیں کر سکتی جب تک کہ وہ اچھی طرح جانچ نہ لے کہ حملہ کیئے جانے والی حکومت کی رعایا ملک کی حفاظت میں اپنا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سب کچھ قربان کر دینے کو تیار نہیں۔ رعایا کو تیار دیکھ کر جابر حکومت حملہ سے باز رہتی ہے ۔

پھر بعض اوقات قومی تعصب اتنا بڑھا ہوا ہوتا ہے کہ کسی حکومت کی رعایا اسکی جابرانہ اور غاصبانہ پالیسی میں بغیر حقیقت حال پر غور کئے مدد دینے کو تیار ہو جاتی ہے۔ ان کے صرف یہ مد نظر ہوتا ہے کہ یہ ان کی "اپنی" حکومت ہے۔ یہ دیکھ کر گورنمنٹ بھی رغبت پکڑتی ہے کہ خواہ انکا طرز عمل درست ہے یا غلط ان کی رعایا تو مدد دیگی ہی۔ اگر اسلام کے بتائے ہوئے اصول پر عمل کیا جائے تو متعدد جنگیں اور جور و ستم کے کارنامے رک جائیں۔ یعنی سب سے بہتر مدد جو ایک شخص اپنے بھائی کی کر سکتا ہے وہ یہ ہے کہ وہ اسے ظلم کرنے سے روکے۔ حقیقی حب الوطنی یہ نہیں ہے کہ اپنی حکومت کے ہر جائز و ناجائز کام اور ظلم و تعدی میں تعاون کیا جاوے۔ بلکہ صحیح حب الوطنی یہ ہے کہ حکومت کی ظالمانہ راہ و روش کو روکنے کی کوشش کی جائے۔ قانون کی حقیقی متابعت اس صورت میں یہ ہے کہ ملک کے لوگ جنگ کے اعلان سے قبل اس بات پر اصرار کریں کہ ان کو اس جنگ کی ضرورت سمجھا دی جائے اور کسی جنگ کی اجازت نہ دی جائے جبتک کہ اس کی ضرورت حقہ واضح نہ ہو جائے۔ اگر حکومت جنگ کرنے پر مجبور ہو تو پھر رعایا اس کا پورا پورا تعاون کرے ۔

ہمیں یہ سوچ رکھنا چاہئیے۔ کہ حب الوطنی اور ہمدردئ انسانی ایک دوسرے کے خلاف نہیں ۔ اسلام نے اس اصول کو ایک مختصر سے فقرے میں ظاہر کر دیا ہے جہاں رسول اللہ صلعم اپنے صحابہ کرام کو نصیحت فرماتے ہیں کہ :۔

"تم اپنے بھائی کی مدد کرو۔ خواہ وہ ظلم کرتا ہو یا مظلوم ہو۔ ظالم کی مدد یہ ہے کہ اسے جور و جفا کے کاموں سے منع کرو۔ اور مظلوم کی مدد اسے ظلم سے بچانا ہے۔"

جب ایک آدمی اس بات کی کوشش کرتا ہے کہ وہ اپنے دوستوں یا گورنمنٹ کو ناانصافی برتنے سے بچائے تو اس کا یہ فعل منافی حب الوطنی شمار نہیں کیا جاتا۔ بلکہ برعکس اسکے وہ خالص حب الوطنی پر اس لئے محمول ہوتا ہے کہ وہ اپنے ملک کے مقدس نام کو ظلم جیسے بدنما داغ سے بچاتا ہے اور دوسری طرف وہ صحیح انسانی ہمدردی کا کرنے والا ہوتا ہے کیونکہ وہ صرف اس قول کی حقیقت پر عمل پیرا ہوتا ہے "بسو اور بسنے دو"

آپسمیں غلط فہمی کا ایک اور سبب ایک قوم کا یہ خیال کرنا ہوتا ہے کہ وہ دوسری قوم سے اشرف ہے۔ قرآن پاک فرماتا ہے :۔

ولا یسخر قوم من قوم عسٰی ان یکونوا خیراً منھم (حجرات ع ۲)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

"ایک قوم دوسری سے حقارت نہ کرے قریب ہے کہ وہ اس سے بہتر بن جائے"

پھر فرماتا ہے:۔

تلک الایام نداولها بین الناس (آل عمران ع ۱۴)

"ہم عسر و یسر کے ایام لوگوں کے درمیان بدلتے رہتے ہیں"

پس ایک قوم کو جو خوشحالی کی طرف قدم بڑھا رہی ہے یا اس سے مالا مال ہے یہ نہیں چاہیئے کہ وہ دوسری قوم کی بدقسمتی دیکھ کر حقارت اور نفرت کا سلوک کرے۔ اور اس طرح عداوت کے بیج بوئے۔ یہ بالکل ممکن ہے کہ وہ قوم جو آج غربت و جہالت میں پھنسی ہوئی ہے کل کو دوسری اقوام کی رہنمائی کرنے والی بن جائے +

قوموں کے درمیان تنازعات ختم نہیں ہو سکتے جب تک کہ یہ باہمی پہچان نہ ہو جائے کہ بنی آدم ایک ہی قوم ہے اور حالتِ عسر و یسر نہ وراثتی شے ہے اور نہ کسی خاص قوم کا ابدی خاصہ اور انعام ہے۔ کوئی قوم ہمیشہ خوشحال یا بدحال نہیں رہتی۔ نہ کسی قوم کو اپنی آئندہ زندگی میں بدحالی کے خلاف ضمانت ملتی ہے وہ جو الہ صفت قوتیں ٹھنڈی نہیں پڑ گئیں جو کسی قوم کو یک وقت شادمانی و کامرانی کی چوٹیوں پر پہنچا دیتی ہیں اور دوسرے وقت ذلت و فضیحت کے عمیق ترین گڑھوں میں گرا دیتی ہیں اور قدرت کا ہاتھ اپنی چیرہ دستیوں اور نیرنگیوں میں اسی طرح مصروف عمل ہے جس طرح وہ آج سے صدیوں پہلے مصروف کار تھا +

یہ ہے وہ طرز عمل اور انداز جو اسلام نے ایک جمعیتِ اقوام کے متعلق بتایا ہے اور یہ ہیں وہ قواعد صحیحہ جنہیں وہ اس کے نظم و نسق کے متعلق مقرر کرتا ہے۔ پس یہ اظہر من الشمس ہے کہ اسلام نہ صرف ایک لیگ کے بنانے کی تائید ہی کرتا ہے بلکہ اس سے بڑھ کر ایک اور مقام پر لانا چاہتا ہے جہاں وہ لیگ کو تمام مرکزی معاملات کے انضباط کرنے کا اختیار دیتا ہے اور ماتحت حکومتوں کو آزادی دیتا ہے کہ وہ مقامی اور نجی معاملات کا انتظام جس طرح چاہیں کریں۔ جنید ہاشمی بی اے

ریویو آف ریلیجنز اردو کی توسیع اشاعت کے لئے احباب پوری طرح کوشش کریں تاکہ رسالہ اپنا خرچ آپ اٹھا سکے + (مینجر)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مسئلہ تثلیث کا آغاز و ترقی

(نمبر ۲)

ہیملٹن۔میک گریگر کا قول ہے:۔ "کہ اُنیس سو سال تک پولوس کا اثر عیسائیت پر زبردست طور پر غالب رہا ہے۔ اور یسوع کی تعلیم کو نہایت ناواجب طریق سے پولوس کی تعلیم کے نیچے لا کر دبا دیا گیا ہے۔"

ہملٹن میک گریگر کے اس قول کے ساتھ ہمارا کلی اتفاق ہے۔ اور ہماری رائے میں ہر وہ شخص جو عیسائیت کے عقائد کے ساتھ ذرا بھر بھی واقفیت رکھتا ہوگا۔ کہ موجودہ عیسائیت اور اس کے تمام وہ اصول جو آجکل یسوع کی طرف منسوب کیئے جاتے ہیں یسوع کے دماغ سے کوسوں دُور تھے۔ اور ان کی یسوع کی تعلیم کے ساتھ کوئی دُور کی بھی مناسبت نہیں۔

جیسا کہ ہم نے ریویو آف ریلیجنز ماہ ستمبر کے رسالہ میں ثابت کیا تھا یسوع مسیح ہرگز کسی نئے مذہب کا بانی نہ تھا۔ اور نہ ہی اس نے کوئی نئی شریعت جاری کی۔ اور نہ ہی اس نے اصطباغ کی کوئی نئی رسم ادا کی۔ اس نے تو صاف صاف اور واضح طور پر بیان کر دیا تھا "کہ زمین و آسمان ٹل سکتے ہیں مگر الٰہی ضابطہ یعنی شریعت کا ایک شوشہ تک بھی بغیر پورا ہوئے نہیں ٹل سکیگا"۔ اس نے اپنے متبعین اور پیروؤں کو نصیحت کی تھی کہ وہ فقیہوں اور فریسیوں کے اعمال کی تقلید کریں اور اپنے افعال کی پیروی ہرگز نہ کریں +

تمام مذاہب کی تاریخ میں سب سے زیادہ افسوسناک اور جانکاہ حادثہ یہ ہے کہ ایک مذہبی رہنما اور استاد کی تعلیم کی دستبرد ایسے لوگوں کے ہاتھوں ہوئی جو اپنے آپ کو اس رہنما کے بہترین محب اور پیرو خیال کرتے تھے۔ اور جن کو ان کے ساتھ نیازمندی اور اخلاص کا بڑا بھاری دعویٰ تھا۔ انہوں نے اپنے آقا کے ساتھ نہ صرف جسمانی رنگ میں ہی دغا اور فریب کیا بلکہ روحانی طور پر بھی اس کے ساتھ پوری پوری بے وفائی کی۔ یہودہ اسکریوطی نے اپنے آقا یسوع مسیح کو تیس روپے کی بے حقیقت رقم کے بدلے میں گویا بیچ ڈالا۔ اور پولوس نے اس کے مذہب کو ایسی بُری طرح سے متغیر اور متبدل کر دیا کہ حقیقت کا اس میں شائبہ تک نہ چھوڑا۔ بلکہ اس کی جگہ اپنی طرف سے ایک ایسے مذہب کو لا داخل کیا جس کا یسوع کی تعلیم کے ساتھ کوئی دُور کا بھی واسطہ نہیں ہے +

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مسٹر جی۔ ستیانہ سابق پروفیسر فلسفہ ہارورڈ یونیورسٹی نے اپنی کتاب موسومہ عقائد کا نچوڑ" میں یسوع مسیح کے ابتدائی اور قدیمی مذہب کی بابت جو بیان شائع کیا ہے۔ وہ ہمارے خیال میں اپنی نظیر آپ ہی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ:-

"ابتدا میں عیسائیت کے عقیدہ کا مقصد یہ تھا کہ انسان ندائے اخلاقی کے جواب میں اور انجام کی ایک پیشگوئی کی تعمیل میں نہ صرف قوائے ذہنی میں بلکہ اپنی عادات پیار و محبت میں بھی اس دنیاوی زندگی کا جامہ اتار کر ایک باطنی اور معنوی جامہ پہن لے۔ ندائے اخلاقی کا مطلب یہ تھا کہ انسان نہ صرف اپنے گھر بار کو رشتہ داروں اور اپنی مملوکہ اشیاء کو ہی خیر باد کہدے بلکہ اپنے دل سے انسانی عزت کو بھی محو کردے۔ اور معبدوں کے اندر جو خرافات ہو رہی ہیں ان سے کنارہ کش ہو جاوے اور ایک درویشانہ زندگی اختیار کرے۔ جس میں وہ جگہ بہ جگہ بھیک مانگتا ہوا دنیا کے دکھوں کو دور کرتا پھرے اور خدا کی عبادت میں لگا ہوا الٰہی اپدیش دیتا پھرے۔ وہ اپدیش اس پیشگوئی کی تکمیل کیلئے ہو جس کی وجہ سے اس نے دنیاوی جامہ اتار کر مذکورہ بالا جامہ پہن لیا تھا اور جس کی وجہ سے اس نے دنیا سے کنارہ کشی اختیار کر لی تھی۔ وہ لوگوں میں اس بات کا پرچار کرتا پھرے کہ موجودہ دنیا بوجہ اپنی شرارتوں کے جلد تباہ ہونے والی ہے۔ اور تمام وہ بے علم اور مظلوم غریب لوگ جو اس پیشگوئی پر دل سے یقین رکھینگے اور دنیاوی لالچوں اور دلچسپیوں سے پیٹھ پھیر لینگے وہ اس طوفان عظیم میں بچائے جائینگے اور انہیں کے ذریعہ سے موجودہ مجالس کے کھنڈرات پر ایک نئی مجلس کی بنیاد رکھی جائے گی جو بہ نسبت موجودہ دنیاوی مجالس کے کم و بیش آسمانی قسم کی ہوگی۔ یہ تھا ابتدائی مذہب عیسائیت کا لُب لباب"

اب عیسائیت کے ان خوبصورت اور سادہ مذہبی اصولوں کو پولوس نے سرے سے ہی متغیر اور متبدل کر دیا۔ اور ان کی جگہ کفارہ تثلیث اور رجعت جسمانی ثانی جیسے لایعنی پیچیدہ اور ناقابل فہم عقائد کو اپنی طرف سے لا داخل کیا +

پس اس تمام قطع و برید کا بدنما سہرا پولوس کے سر ہے جس نے اپنے آقا کی تعلیم کو اس بیدردی کے ساتھ بگاڑا اور اس کی جگہ ایسی تعلیم کو لا داخل کیا۔ کہ اس کے آقا کی تعلیم کا نام و نشان

Digitized by Khilafat Library Rabwah

تک باقی نہ رہا۔ بلکہ اس کی جگہ ایک ایسی تعلیم جاری ہوگئی جو خود ایک نیا مستقل مذہب کہلانے کی مترادف ہے۔

اپنی اس بحث کی تائید میں (اگرچہ اب اس کا نام بحث رکھنا درست نہیں کیونکہ ایک لحاظ سے اب یہ ایک ثابت شدہ حقیقت ہو چکی ہے) ہم پروفیسر ہارنک جیسی زبردست مذہبی شخصیت کے قول کو نقل کرتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:۔

"وہ پولوس ہی تھا۔ جس نے عیسائیت کو یہودیت سے نکالا۔ اور وہ پولوس ہی تھا جس نے انجیل کے یہ معنی کیئے کہ گویا وہ ایسی نجات کا پیغام ہے جو پہلے دی جاچکی ہے اور ساتھ ہی ایسی نجات کا جو آپ موجود ہے۔ وہ پولوس ہی تھا جس نے یسوع کے متعلق یہ پرچار کیا۔ کہ وہ صلیب پر مر گیا تھا۔ اور پھر بعد مرنے کے جی اٹھا تھا۔ اور یہ پولوس ہی تھا۔ جس کا یقین تھا۔ کہ انجیل ایک نئی زبردست طاقت ہے اور اس کے آنے سے شریعت کا مذہب قطعی طور پر منسوخ ہو چکا ہے۔"

پروفیسر ہارنک کے اس خیال کی تائید انگریزی چرچ کے ایک مشہور و معروف معز ز پادری ڈاکٹر چارلس گورڈی۔ ڈی نے بھی کی ہے۔ بلکہ انس نے اس خیال کو بڑی حد تک تقویت دی ہے۔ وہ اپنی مشہور کتاب "اعتقاد دربارہ یسوع"، میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"جیسا کہ ہم آئندہ دیکھینگے۔ یہ پولوس ہی تھا۔ جس نے پہلے پہل اعمال میں یسوع کو ابن اللہ کہہ کے پکارا۔ اور یہ پولوس ہی تھا۔ جس نے یہ کہا۔ کہ اعتقاد کی بنا پر نجات کا حاصل ہونا ایک علیحدہ چیز ہے اس نجات سے جو شریعت کی پیروی کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔ اور یہ پولوس ہی تھا۔ جس نے خدا کے گرجے کی بابت یہ بیان کیا کہ خدا نے اس کو اپنا خون دیکر خریدا ہے۔"

پولوس کی نسبت جو مضمون مذہبی و اخلاقی انسائکلوپیڈیا میں درج ہے اس میں بھی فاضل مصنّف نے مذکورہ بالا خیال کی اس طرح ترجمانی کی ہے:۔

"مصنّفین کی ایک جماعت نے جس کے متعلق یہ خیال بھی نہیں کیا جاسکتا۔ کہ وہ پولوس کو قدر کی نگاہ سے نہیں دیکھتی۔ اور جس میں ڈبلیو ریڈ جیسی شخصیت کے لوگ شامل ہیں بیان کیا ہے کہ پولوس نے عیسائیت کو اس طرح متغیر اور متبدل

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کر دیا ہے۔ یعنی وہ کلیسا والی عیسائیت کا مُوجِد ہے جو یسوع والی عیسائیت سے بالکل مختلف اور متضاد ہے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ ایک طرف تو یسوع ہے اور دوسری طرف پولوس۔ اور ان ہر دو کی تعلیم میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ وہ صرف اس بات پر ہی زور نہیں دیتے کہ پولوس کا مذہب بعض افسانہ نما تخیلات اور تصوّرات مثلاً گناہ۔ نجات۔ اور نجات دہندہ کا قبل الوقوع آسمانی وجود رکھنا وغیرہ پر مشتمل ہے۔ بلکہ وہ اس بات پر بھی زور دیتے ہیں۔ کہ قطع نظر اس بات کے کہ پولوس میں مذہبی رہنما ہونے کی خوبیاں تھیں یا نہ تھیں یسوع کے متعلق اس کا یہ بعید الفہم قیاس کہ گویا وہ نجات حاصل کرنے میں ایک واسطہ ہے ایک ایسی تعلیم ہے جو یسوع کی اس عاقلانہ تعلیم کے بالکل خلاف ہے جو یسوع نے خدا اور انسان کے متعلق اور ان ہر دو کے آپس کے تعلقات کی دی تھی "

ہمارا خیال ہے کہ ہمیں اس بات کے ثابت کرنے کے لئے کسی مزید ثبوت کی چنداں ضرورت نہیں کہ موجودہ عیسائیت صرف پولوس ہی کے دماغ کی ہی اختراع ہے اور اس کو اس بلند پایہ نصرانی پیغمبر کے ساتھ دُور کا بھی واسطہ نہیں۔ جس نے نہ تو کبھی خواہش ہی کی اور نہ ہی اسکے وہم میں بھی اس کا تصوّر آیا کہ اس کو الُوہیّت یا ابنیّت کا درجہ دیا جائے +

لیکن ہمارے دلائل اس بارہ میں نامکمل رہینگے۔ جب تک کہ ہم پولوس کے متعلق یہ نہ بیان کر دیں کہ اس کا چال چلن کیسا تھا۔ اس کی طبیعت اور دماغی بناوٹ کیسی تھی۔ اور جب تک یہ نہ جان لیں۔ کہ اس پر اپنے ہمعصر لوگوں کے تخیلات کا اس قدر گہرا اثر کس طرح پڑا۔ جو اس نے عیسائیت کے مقابلہ پر ایک علیحدہ نیا مذہب کھڑا کر دیا۔ اور اس طرح انسانی تاریخ میں ایک مستقل اور نہ مٹنے والا اثر باقی چھوڑا +

نیٹشے کے نزدیک پولوس ایک نہایت حریص ترقی انسان تھا۔ اور اس کے توہمات اور تخیّلات کی برابری صرف اس کی ہوشیاری ہی کر سکتی ہے اس کی رائے میں وہ ایک ایسا انسان تھا کہ اس کے مصائب کا لحاظ رکھتے ہوئے اگرچہ وہ ایک قابل رحم انسان خیال کیا جا سکے لیکن اصل میں وہ ایک انتہا درجے کی بار خاطر ہستی تھی نہ صرف اپنے لئے بلکہ دوسروں کے لئے بھی۔ رینن جیسا انسان بھی اپنی اس حقارت کو جو وہ پولوس کے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

متعلق رکھتا ہے اظہار کیئے بغیر نہیں رہ سکا۔ اس کے نزدیک پولوس ایک ناپسندیدہ شکل کا ٹھگنے قد والا یہودی تھا۔ جس کی شخصیت نہ تو اس کی سمجھ میں ہی آسکی ہے۔ اور نہ ہی وہ اس کو قابل تعریف ٹھیرا سکا ہے +

قطع نظر اسکے جو کچھ کہ رینن یا نیٹزچی نے پولوس کے متعلق کہا ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ پولوس ایک بڑے دماغ زبردست استقلال اور جابرانہ شخصیت کا انسان تھا ہیملٹن میک گریگری کا قول ہے۔ کہ پولوس نے اپنے زمانہ کے تمام مذہبی علماؤں کو اپنی وجاہت کی وجہ سے مرعوب کر لیا تھا اور اسی طرح بعد ازاں عیسائیت کے علماء کو بھی مرعوب اور زیر اثر کرتا رہا۔ اُس زمانے کے معیار کا لحاظ رکھتے ہوئے جس میں کہ وہ پیدا ہُوا تھا۔ ہمیں کہنا پڑتا ہے کہ پولوس ایک عالم شخص تھا۔ بوجہ تارسوس کا باشندہ ہونے کے جو اُن دنوں یونانی علم و حکمت کا مرکز تھا۔ پولوس اس زمانہ کے یونانیوں کے مذہبی خیالات سے بخوبی آگاہ تھا۔ اس نے یروشلم کے اندر یہودیوں کے مشہور ربی گملی ایل نامی کے قدموں میں سالہا سال کاٹے تھے۔ اور اسی ذریعہ سے اس نے فریسیوں کے ان مذہبی اصولوں اور اعتقادوں کو جذب کر لیا تھا۔ جو بعد میں اس کے اپنے عیسائی خیالات کی بنیاد قرار پائے +

غرض یہ پولوس کی زبردست شخصیت۔ مستقل ارادہ بے انتہا دماغی قابلیت۔ قابل تحسین تحمل و بُردباری اور گہرے علمی مشغلہ کی وجہ سے تھا۔ کہ وہ پطرس۔ جیمز اور اسی قماش کے دیگر معززاور چیدہ شاگردانِ یسوع پر ہمیشہ بحث مباحثہ میں غالب آتا رہا۔ حالانکہ یہ وہ اشخاص تھے۔ جن کی بابت یسوع کا وعدہ تھا۔ کہ وہ آسمانی بادشاہت میں تختوں کے وارث ہونگے اور ان میں اس نے وہ وہ اختیارات اور طاقتیں ودیعت کر دی ہوئی تھیں جن کے ذریعہ سے وہ یسوع کی تعلیم اور پیغام کو ایسے وقت میں دنیا میں پھیلاتے رہے تھے جبکہ پولوس یسوع اور اس کے متبعین کا جانی دشمن تھا +

ڈین انگ کے نزدیک پولوس صُرع کی بیماری میں مبتلا تھا اور اسی بیماری کی وجہ سے وہ ایسے بے بنیاد اور لغو خیالات کا اختراع کرتا رہا۔ جن کا سمجھنا عقل انسانی کے لئے ایک لاینحل مسئلہ بن گیا ہے +

پولوس کے ان کارہائے نمایاں پر غور کرتے وقت جو اس نے الوہیت مسیح کے باطل عقیدہ کو وضع کرنے میں دکھلائے۔ اس امر کا جاننا بھی اشد ضروری ہے۔ کہ اس نے خود یسوع کو اس

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کرۂ ارض پر ہرگز ہرگز نہیں دیکھا۔ اور نہ ہی اس نے یسوع کے اقوال اور حالاتِ زندگی پر غور کرنے کی کبھی پروا کی۔ بلکہ جونہی اس نے عیسائیت کو اختیار کیا اس نے فوراً تین سال تک متواتر اس دنیا سے گوشہ نشینی اختیار کیئے رکھی اور ان تین سالوں کے دوران میں وہ یسوع کے کسی ایک شاگرد کو بھی نہ مل سکا۔ پطرس اور جیمز سے بھی اس کی ملاقات ان تین سالوں کے اختتام کے بعد ہوئی۔ اور باقی شاگردانِ یسوع سے تو وہ عرصے تک بلکہ ان کی نصف پشت تک نہیں مل سکا۔ غرض پولوس کے عقائدِ یسوع کے متعلق جو بھی تھے۔ وہ اس کے اپنے ہی دماغ کی اختراع تھی۔ جن کی صحت کی تصدیق کسی طرح بھی گلیل کے میدانوں والے یسوع کی طرف سے نہیں کی گئی +

دوسری بات جو قابلِ غور ہے وہ یہ ہے کہ پولوس کا عیسائی مذہب کو اختیار کرنا خواہ اس کے وجوہات کچھ ہی ہوں ایک یک لخت "تغیر" کا نتیجہ تھا۔ گویا شام کو وہ عیسائیت کا اشد ترین دشمن اور معاند تھا اور صبح ہوتے ہی وہ عیسائیت کا سب سے بڑا مدّاح اور جوشیلا مبلّغ بن گیا۔ پس معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس کے تمام بعد کے عقائد اور خیالات اسی فوری تبدیلیٔ مذہب کی مسرّت اور خدا کے ساتھ ایک وہمی صلح کے نتیجہ میں تھے۔ کیونکہ اس میں کوئی شک نہیں کہ پولوس زبردست ذہنی قویٰ رکھنے والا انسان تھا۔ اور نہ صرف یہی بلکہ اس سے بڑھ کر وہ پرلے درجے کا مذہبی جذبات رکھنے والا شخص تھا۔ وہ ایک ایسا انسان تھا۔ کہ بغیر اس بات کو سمجھنے ہوئے کہ وہ کدھر کو لے جایا جا رہا ہے وہ خوش کن تصوّرات۔ بے خود کر دینے والی مسرّت (خواہ جسمانی ہو یا غیر جسمانی) کی لہر میں بہا چلا جا رہا تھا۔ پس جب پولوس اس قسم کا انسان تھا۔ تو کوئی وجہ نہیں کہ ایسی خصوصیت رکھنے والا آدمی زوردار الفاظ میں پرچار کرنے والا اور شاندار اور زبردست جذبات والا مبلّغ ثابت نہ ہو بلکہ ایسے انسان سے تو یہ بھی بعید نہیں کہ مذہبی جذبات سے اندھا ہو کر وہ عقل اور قوّتِ ادراک کی اس روشنی کو جو صحیح فلسفہ کی بنیاد ہوتی ہے۔ جواب دے بیٹھے +

پولوس نے بار بار اپنے اختراع کردہ عقائد پر تفصیلات سے بحث کی ہے۔ لیکن اس کے تمام اس قسم کے مضامین سوائے اِس کے اور کچھ نہیں کہ ان کے اندر اس نے اجمالی طور پر ایسی معنوی اشکال کو ثابت کرنے کی بے سود کوشش کی ہے۔ جو حقیقت میں اس کے اپنے ذاتی جذبات و تجربات کا عکس تھا۔ اور اصل بات یہ ہے کہ ایسے جذبات و تجربات کی ترجمانی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

عقلی دلائل کے آگے نہیں ٹھیر سکتی +

پس پولوس کی تعلیم کے اندر یسوع مسیح کی حقیقت اور صحیح وجود کی بابت معقول طور پر دلائل کے ملنے کی توقع کرنا جیسا کہ بعض متعصب عیسائیوں نے سمجھ رکھا ہے۔ ایک پرلے درجے کی بے عقلی ہے۔ (آر۔ اے۔ آرمسٹرانگ)

الغرض یہ کوئی تعجب انگیز بات نہیں ہے کہ پولوس جیسا زبردست مذہبی جذبات رکھنے والا انسان اس انتہائی محبت اور اعتقاد کی لہر میں بے تحاشہ طور پر بہ نہ جائے جو اسکے دل میں اسی وقت موجزن ہو گئی تھی۔ جبکہ اس نے یسوع کو عالم کشف میں جیسا کہ عام طور پر خیال کیا جاتا ہے دمشق جاتے وقت دیکھا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ یسوع نے عالم کشف میں پولوس کو کہا تھا۔ کہ:

"ساؤل ساؤل تو مجھ کو کیوں ستاتا اور دِق کرتا ہے"

اگرچہ اس میں کلام نہیں کہ پولوس کے دماغ میں ان خیالات اور اعتقاد کا بیج پہلے ہی سے موجود تھا۔ جن کا وہ بعد میں بانی مبانی بنا اور جو بعد میں ترقی کرتے کرتے ایک زبردست درخت کی صورت اختیار کر گئے۔ مگر اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ اس خواب یا کشف کے دیکھنے کے بعد وہ اس سوچ بچار میں پڑ گیا تھا۔ کہ کیا یسوع فی الواقع عام انسانوں سے کوئی بلند تر اور اعلیٰ ہستی تھا۔ اور یہ بات کہ اس خواب کے معاً دیکھنے کے بعد پولوس نے عرب کی غاروں میں جا کر گوشہ نشینی اختیار کر لی۔ اور وہاں وہ متواتر تین سال تک انہی خیالات میں مستغرق رہا۔ اور جونہی کہ وہ اس گوشہ نشینی سے باہر نکلا تو اس کا دماغ الوہیت مسیح کے خیالات سے مملو تھا۔ ہمارے دعویٰ کی بغیر کسی شک و شبہ کے بڑے زور سے تائید کرتی ہے۔ کیونکہ پولوس دمشق جانے سے قبل نہ صرف عیسائیوں کا بلکہ ہر اس چیز کا جو یسوع مسیح لایا تھا بدترین دشمن تھا۔ لیکن دمشق کی طرف جاتے وقت جونہی اس نے یسوع کو خواب میں دیکھا۔ اسکے معاً بعد وہ عرب کے اندر تین سال تک یسوع کی تعلیم پر تنہائی میں غور کرتا رہا اور اس کو اس دوران میں کوئی ایسا موقع نہیں ملتا۔ کہ وہ یسوع کے کسی ایک شاگرد کو بھی مل سکے۔ اور اس سے یسوع کی تعلیم کے متعلق بات چیت کر سکے۔ لیکن جونہی کہ وہ اس کنج عزلت سے باہر نکلتا ہے تو اپنے آپ کو بجائے عیسائیت کے دشمن ہونے کے عیسائیت کا زبردست مدّاح اور یسوع مسیح کا مخلص ترین پیرو دیکھتا ہے +

ان تمام باتوں پر اگر یکجا نظر ڈالی جائے تو یہ بات بغیر کسی شک و شبہ کے پایۂ ثبوت تک پہنچ جاتی ہے کہ پولوس کے اندر یہ زبردست تغیر کشف دیکھنے کے بعد ہی نمودار ہوا تھا۔ گویا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

یہ کشف کا واقعہ ہی تمام ان باطل اور لغو عقائد کا ذمہ دار ہے جو بعد میں پولوس نے عیسائیت کے اندر داخل کر دیئے تھے اور جن سے عیسائیت آج تک جانبر نہیں ہو سکی ؛

یہ صرف ہماری ہی رائے نہیں ہے بلکہ اس رائے میں ایلن منزیر اور ولیم ایڈی جیسی دو زبردست شخصیتیں بھی شریک ہیں جنہوں نے متحدہ طور پر انسائیکلو پیڈیا ریلجن اینڈ ایتھکس (مذہب و اخلاق) میں پولوس کی نسبت ایک مستقل مضمون سپرد قلم کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:۔

"بعض بڑے بڑے علماء نے اس کشف کے واقعہ سے پولوس کے ان تمام اعتقادات کا جو اس نے ہماری موجودہ انجیل میں درج کیئے ہیں۔ استنباط کیا ہے۔ یہاں مختصر طور پر صرف ان عقائد کا ذکر کرنا کافی ہوگا۔ جنہوں نے اس کشف کے ہونے پر پولوس کے دل و دماغ میں جگہ پکڑ لی۔ قطع نظر ان ایزادیوں کے جو بعد میں وقتاً فوقتاً ان عقائد میں شامل کی جاتی رہیں۔ مثلاً پولوس نے یسوع کو ایک ایسا آسمانی وجود خیال کیا جو نہ صرف یہودیوں کا مسیح ہے بلکہ وہ ایک منور نور افشاں جمیع طاقتوں کا مالک اور عظیم بذات المصدور ہستی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ خدا نے یسوع کو مُردوں سے زندہ کیا۔ گویا صلیب لوگوں کے لئے اب کسی ٹھوکر کا موجب نہ رہی کیونکہ خدا نے خود صلیب شدہ یسوع کی پاسداری کی اور اس کو موت اور حادثات زندگی سے بہت بلند کر دیا اور اس کی اتنی عزت افزائی کی کہ وہ خدا کے ساتھ ہی رہنے سہنے لگ گیا۔ اور خدا کی قدرت اور جلال میں اس کا حصہ دار بن گیا۔ پس یسوع ایک ایسی ہستی تھی جو نہ صرف یہودیوں کے لئے ہی بلکہ تمام لوگوں کے لئے بھی مسیح کی شان میں نمودار ہوئی۔ الغرض وہ ایک دیوتا تھا۔ اور خدا کا بیٹا تھا۔ اور تمام لوگوں کا فرض ہے کہ اس کی معرفت حاصل کریں یعنی اس کو پہچانیں اور اس کی پرستش کریں۔ اس کے صلیب دیئے جانے کا واقعہ اس کی سابقہ زندگی کا ہی صرف ورق نہیں ہے بلکہ اس کی ذات کی ہمیشہ کے لئے خصوصیت بن گئی ہے وہ تا ابد ہر طبقہ کے لوگوں کے لئے صلیب شدہ یسوع ہے اور مُردوں سے زندہ کر کے اٹھایا گیا مسیح ہے۔ پس یسوع کے متعلق اس قسم کے خیالات کا اختراع غیر از یہود لوگوں کا اس کا پیرو بنانے کے لئے اور اس پر اعتقاد پیدا کرانے کے لئے نہایت ہی موزوں ہتھیار تھا"

الغرض ہم دیکھتے ہیں کہ پولوس کے ان خیالات کو جو پہلے ہی اس کے دل و دماغ میں نامکمل اور

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ناتمام صورت میں مخفی طور پر موجود تھے۔ اس "کشف" کے ذریعے بہت زیادہ تقویت پہنچی۔ اور اس خواب کے دیکھنے پر ان تمام خیالات نے یک لخت ایک مستقل اور حقیقی صورت اختیار کر لی گویا یہ خواب ان پوشیدہ اور مخفی خیالات کے ظاہر ہونے کا ایک سبب ہوئی۔ اگر صرف اس خواب کو ہی اُن خیالات کے اظہار کا سبب قرار دینا درست نہیں کیونکہ یہ خواب یا کشف صرف شاگردانِ یسوع کے لئے ہی کوئی نیا خاص الخاص کرشمہ نہ تھا۔ بلکہ تمام الٰہی پیغمبروں اور آسمانی رسولوں کے متبعین کو ہر زمانے میں ایسے کشوف ہوتے رہے ہیں جن میں انہوں نے اپنے مطاعوں کو جو ان کو دل وجان سے زیادہ عزیز تھے نہایت نورانی صورتوں میں دیکھا ہے۔ بلکہ یہاں تک کہ بعض دفعہ انہوں نے ان کو خداوند تعالیٰ کی پاک شکل میں ایسے رنگ میں دیکھا کہ خدا کی شان و شوکت کے ساتھ وہ ایک جلالی تخت پر بیٹھے ہوئے ہیں اور تمام کائناتِ عالم پر حکم چلا رہے ہیں۔

مذکورہ بالا باتوں سے یہ واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ یسوع کے یہ الفاظ کہ "ساؤل ساؤل تُو مجھے کیوں ناحق دِق کرتا اور ستاتا ہے" کچھ ایسے الفاظ نہ تھے کہ ان کے ذریعے سے پولوس کے دل ودماغ میں فوراً ایسی زبردست تبدیلی پیدا ہو جاتی جو یسوع کو ایک عام انسان کے مرتبے سے نکال کر آلہ کی صورت میں مبدّل کر دیتی بلکہ حقیقت یہ ہے کہ محض کشف کا دیکھنا پولوس کے دل میں اس قسم کا زبردست روحانی تغیر پیدا نہیں کر سکتا تھا۔ جب تک کہ پہلے ہی پولوس کے دل میں ایسے خیالات کے جراثیم موجود نہ ہوتے جو بعد میں کشف دیکھنے پر ایک مستقل اعتقادی صورت پکڑ گئے۔ اور اگر غور سے دیکھا جائے تو علاوہ اس کشف کے کئی ایک اور بھی بیرونی اثرات تھے جنہوں نے اگر زیادہ نہیں تو کم از کم کشف کی حد تک ضرور پولوس کے خیالات کو ایسے رنگ میں متأثر کیا کہ اس کا دماغ ان خیالات کو وضع کر سکا جو بعد میں اس سے ظہور میں آئے۔ مثلاً اوّل یہ کہ پولوس نے یہودی ماحول میں تربیت پائی تھی اور اس کا زاویۂ نگاہ بھی یہودیوں سے کوئی علیحدہ نہ تھا۔ دوم یہ کہ پہلی صدی عیسوی میں بحیرہ روم کے تمام ملحقہ ممالک کی قومیں عموماً ایک زبردست دماغی اور مذہبی ابتری میں مبتلا تھیں۔ سوم یہ کہ انہی ممالک میں بُت پرست اور مشرک قوموں کے مخفی فرقے اور ان کے عجیب و غریب خیالات کثرت کے ساتھ پھیلے ہوئے تھے اور ان سب پر طرفہ یہ ہے کہ خود پولوس کی طبیعت بھی ان تمام خیالات کو جذب کرنے کے لئے بالکل تیار اور آمادہ تھی خصوصاً اس وجہ سے کہ اس نے ان ممالک میں لمبے سفر اختیار کیئے تھے۔

ان تمام باتوں کے متعلق ہم آئندہ کے رسالے میں انشاء اللہ مفصّل طور پر روشنی ڈالیں گے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کیا انجیل مستقل شریعت کی کتاب ہے؟

"یہ نہ سمجھو کہ مَیں توریت یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں۔ منسوخ کرنے نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں" (متی باب۵ آیت ۱۷)۔ "اسوقت یسوع نے بھیڑ سے اور اپنے شاگردوں سے یہ باتیں کہیں کہ فقیہہ اور فریسی موسیٰ کی گدی پر بیٹھے ہیں پس جو کچھ وہ تمہیں بتائیں وہ سب کرو اور مانو" (متی باب۲۳ آیت ۱و۲)

ایک مضمون مرزا محمود زرقانی صاحب کا رسالہ کوکب ہند بابت اپریل ۱۹۳۲ء میں شائع ہوا ہے۔ جو اہل بہاء کے بہت بڑے عالم اور مصنّف تھے۔ جس میں حضرت عیسیٰ کے مستقل صاحب شریعت رسول ہونے پر اناجیل مروّجہ سے روشنی ڈالی ہے۔ اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ حضرت مسیحؑ واقعی مستقل شریعت کے حامل تھے۔ اور اہل بہاء یہ خیال کرتے ہیں کہ چونکہ حضرت مسیح بعثت اوّل میں صاحب شریعت تھے اس لئے بعثت ثانی میں بھی مسیحیّت کے مدعی کو صاحب شریعت ہونا ضروری ہے اور یہ کہ جس طرح مسیح اوّل نے توریت کو منسوخ قرار دیا اسی طرح دَور دوم میں بھی وہ قرآنی شریعت یا سابقہ شریعت کو منسوخ قرار دیکر ایک نئی شریعت قائم کریگا۔ اس کے خلاف جماعت احمدیہ کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت مسیحؑ توریت کے ماتحت ایک نبی تھے اسی طرح بعثت ثانی میں آنیوالا مسیحؑ پہلے مسیحؑ کی طرح غیر صاحب شریعت اور قرآنی شریعت کے ماتحت ہوگا۔ اگرچہ ہمارے لٹریچر میں پہلے بھی اس امر کے متعلق لکھا جاچکا ہے۔ مگر پھر بھی مَیں نے بہتر خیال کیا کہ بہائیوں کے دلائل کی موجودگی میں اس امر کو ثابت کیا جائے کہ حضرت مسیحؑ توریت کے ماتحت ایک نبی تھے اور کوئی مستقل شریعت آپ نہیں لائے تھے۔

زبور کے متعلق چند باتیں

اس سے قبل کہ مَیں حضرت مسیحؑ اور آپکی کتاب انجیل کے متعلق کچھ بیان کروں۔ یہ مناسب خیال کرتا ہوں کہ زبور کے متعلق چند باتیں بیان کر دی جائیں۔ چونکہ بعض ناواقف مسلمان زبور کو بھی شریعت کی کتاب خیال کیئے بیٹھے ہیں۔ ان کا یہ عقیدہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے چار کتابیں شریعت کی اُتاری ہیں۔ توریت۔ زبور۔ انجیل۔ قرآن۔ توریت اور قرآن کریم کے متعلق تو شک ہی نہیں کہ یہ شریعت کی کتابیں ہیں۔ زبور اور انجیل کے متعلق بحث ہے کہ یہ ہر دو کتب آیا شریعت کی کتابیں ہیں یا صرف شریعت سے الگ کتابیں ہیں؟

Digitized by Khilafat Library Rabwah

زبور کو یہودی اور عیسائی شریعت کی کتاب میں بالکل خیال نہیں کرتے۔ اور نہ ہی حضرت داؤدؑ نے کبھی دعویٰ کیا کہ مَیں کوئی شریعت لیکر آیا ہوں۔ بیشک خدا تعالیٰ نے حضرت داؤدؑ کو ایک کتاب دی تھی۔ جیسا کہ فرمایا ہے وَاٰتَیْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا کہ ہم نے داؤدؑ کو زبور دی۔ مگر اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ زبور کوئی شریعت کی کتاب تھی۔ بلکہ زبور ایک مناجاتوں اور دعاؤں کا نظم میں ایک مجموعہ ہے۔ اور اس میں شریعت بالکل نہیں ہے ؛

حضرت داؤدؑ عمر بھر توریت پر کاربند رہے۔ اگر آپؑ کوئی نئی شریعت لائے ہوتے تو پھر توریت پر عمل کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ جیسا کہ آپؑ کے متعلق تواریخ باب ۲۱ آیت ۲۶ میں لکھا ہے: "اور داؤد نے وہاں خداوند کے لئے مذبح بنایا سوختنی قربانیوں اور سلامتی کی قربانیوں کو گذرانا"۔ ایسا باب ۱۶ آیت ۴۰ میں ہے "کہ خداوند کی شریعت کی ساری لکھی ہوئی باتوں کے موافق جو اس نے اسرائیل کو فرمائی ہر صبح اور شام سوختنی قربانی کے مذبح پر خداوند کے لئے سوختنی قربانیوں کو چڑھایا"۔ یہ سوختنی قربانی حضرت موسیٰؑ کی شریعت کا جزو لازمی ہے اور آپؑ ہمیشہ اسی شریعت پر کاربند رہے۔ اور زبور کے شروع میں ہی حضرت داؤد نے فرمایا ہے "مبارک وہ آدمی جو شریروں کی صلاح پر نہیں چلتا۔ ...... بلکہ خداوند کی شریعت میں مگن رہتا اور دن رات اس کی شریعت میں سوچا کرتا ہے"۔ اِس آیت میں شریعت میں مگن رہنے اور دن رات اس میں غور و فکر کرنیکا ارشاد ہے۔ شاید کوئی یہ خیال کرے کہ اِن آیات میں کہاں لکھا ہے کہ حضرت موسیٰؑ کی شریعت میں مگن رہو اور اس میں غور و فکر کرو۔ اوّل تو تواریخ کے حوالے والی آیت میں اس شریعت کا ذکر موجود ہے جہاں پر بنی اسرائیل کی شریعت کا ذکر کیا ہے۔ دوسرے حضرت داؤدؑ نے اپنے مرتے وقت جو وصیّت فرمائی اس میں صاف صاف الفاظ میں اسی موسوی شریعت کا ذکر موجود ہے۔ اسلاطین باب ۲ آیات ۱ و ۲۔ "جب داؤد کے مرنے کے دن نزدیک پہنچے۔ تب اس نے اپنے بیٹے سلیمان کو یہ وصیت کرکے کہا۔ کہ مَیں تمام جہان کے لوگوں کی راہ جاتا ہوں ...... اور خداوند اپنے خدا کی تاکید کی اُن کی راہوں پر چلنے کی۔ اُسکے قانونوں اور اس کے حکموں اور اس کے فرمانوں اور اُس کی شہادتوں پر عمل کرنیکی بابت جیسا کہ موسیٰ کی کتاب میں لکھا ہے محافظت کر۔ تاکہ تُو اپنے سب کاموں میں جہاں کہیں تو رُخ کرے کامیاب ہو"۔ یہ آیات صاف صاف حضرت موسیٰؑ کی شریعت پر عمل پیرا ہونے کی وصیت پر مشتمل ہیں۔ اگر کوئی نئی شریعت لائے ہوتے تو پھر

حاشیہ ۱۔ زبور ۱

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کبھی اس قسم کی وصیت نہ کرتے۔ بلکہ اپنی زبور پر کاربند رہنے کی وصیت کر جاتے ؛

اسکے علاوہ اگر کوئی آدمی زبور کا مطالعہ کرے تو اس پر یہ بات صاف ظاہر ہو جائیگی کہ یہ کوئی شریعت کی کتاب نہیں ہے۔ بلکہ مناجات ہیں جو کہ خدا تعالیٰ کو مخاطب کر کے نظم میں بیان کی گئیں ہیں؛ اگر زبور کوئی شریعت کی کتاب ہوتی تو حضرت سلیمان کبھی توریت پر عمل نہ کرتے۔ بلکہ زبور پر عمل پیرا ہوتے۔ ایسا ہی آپ کے بعد جتنے بھی نبی اور رسول بنی اسرائیل میں ظاہر ہوتے وہ سب کے سب بلا کسی استثنا اسی توریت پر ہی چلتے رہے اور اسی پر چلنے اور اسی کے حکموں پر کاربند رہنے کی تاکید فرماتے رہے۔ مثلاً حضرت یسعیاہ اپنی کتاب باب آیت ۱۰ میں فرماتے ہیں "اے عمورہ کے لوگو! ہمارے خدا کی شریعت پر کان دھرو" اس آیت میں حضرت موسیٰ کی شریعت کی طرف اشارہ ہے اور آپ حضرت سلیمان سے ڈھائی سو برس کے قریب بعد میں ہوتے ہیں۔ ایسا ہی حضرت حزقی ایل کی کتاب میں آپ کا حضرت موسیٰؑ کی شریعت کے مطابق سوختنی قربانی چڑھانے کا حال لکھا ہے۔ اگر کوئی اور شریعت توریت کے بعد آئی ہوتی تو کوئی نہ کوئی نبی اس کا ذکر ضرور کرتا۔ اگر ایسی بات کسی بھی نبی کی کتاب میں موجود نہیں ہے۔ وہ سب کے سب حضرت موسیٰ کی شریعت کا تو ذکر کرتے ہیں اور اس پر چلنے کا حکم دیتے ہیں مگر زبور کا نام تک نہیں لیتے ؛

انجیل میں بھی توریت کا ہی ذکر ہے

انجیل جو کہ بنی اسرائیل کی کتابوں میں سے آخری کتاب ہے۔ اس میں بھی اسی توریت کی شریعت کا ذکر ہے۔ نہ زبور کا۔ نہ انجیل کی شریعت کا۔ جیسا کہ یوحنا باب آیت ۱۷ میں ہے "یہ اس لئے کہ شریعت تو موسیٰؑ کی معرفت دی گئی مگر فضل اور سچائی یسوع مسیح کی معرفت پہنچی" اگر زبور بھی شریعت کی کتاب ہوتی تو ضرور انجیل میں اس کے متعلق ذکر آتا۔ یا انجیل بھی شریعت کی کتاب ہوتی تو اس طرح نہ لکھا ہوا ہوتا کہ "شریعت تو موسیٰ کی معرفت دی گئی مگر فضل اور سچائی یسوع مسیح کی معرفت پہنچی۔ بلکہ الفاظ اس طرح ہوتے کہ جیسے پہلے شریعت موسیٰؑ کی معرفت دی گئی اس زمانہ کے لئے نئی شریعت مسیح کے ذریعے دی ہے ؛

علاوہ اسکے جب حضرت عیسیٰؑ مبعوث ہوئے تو آپؑ نے یہود کو حضرت موسیٰؑ کی شریعت پر پابند پایا نہ زبور کی شریعت پر۔ اگر زبور شریعت کی کتاب ہوتی تو ضرور کوئی نہ کوئی اس پر چلتا۔

حاشیہ ؎ باب ۴۶ آیت ۱۱ تا ۱۵ ؛

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مگر اِن باتوں کا کہیں بھی پتہ نہیں ہے *

حضرت مسیح توریت پر چلنے کا حکم دیتے تھے

اور جب حضرت عیسیٰؑ مبعوث ہوئے تو آپ نے توریت صرف توریت پر لوگوں کو کاربند ہونے کی تلقین فرمائی۔ اور زبور کا کہیں ذکر نہیں کیا۔ اگر یہ بھی شریعت کی کتاب ہوتی تو کبھی نہ کبھی اس کا بھی ذکر آہی جاتا۔ جیسا کہ فرماتے ہیں کہ "فقیہہ اور فریسی موسیٰ کی گدی پر بیٹھے ہیں پس جو کچھ وہ تمھیں بتائیں وہ سب کرو اور مانو" متی باب ۲۳ آیت ۲ *

صلیب کے واقعات کے بعد توریت کا ذکر

صلیب کے واقعہ کے بعد جب غیر قوموں میں عیسائیت کی تبلیغ کا سوال اُٹھایا گیا اور غیر قوموں کو بھی شریعت پر چلنے وغیرہ کا سوال پیش آیا۔ اسوقت بھی نہ زبور کا ذکر آتا ہے۔ اور نہ انجیل کی شریعت کا تذکرہ ہوتا ہے۔ اگر جھگڑا ہوتا ہے تو اسی موسوی شریعت کا۔ جیسا کہ آگے چل کر میں حوالے بیان کرونگا۔ اگر زبور یا انجیل شریعت کی کتابیں توریت کے علاوہ ہوتیں تو حضرت مسیح کے حواری صلیب کے واقعہ کے بعد اس جھگڑے میں ذکر کرتے جس میں شریعت پر چلنے یا نہ چلنے کی بحث ہوئی تھی۔ اس بحث سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ اصل شریعت توریت ہی تھی۔ زبور کا تو کوئی نام بھی نہیں لیتا۔ انجیل نے شریعت کی کتاب ہونیکا کہیں دعویٰ بھی نہیں کیا اور نہ حواریوں نے کہیں انجیلی شریعت کا تذکرہ کیا ہے *

قرآن میں بھی حضرت موسیٰؑ کی شریعت کا ہی ذکر ہے

سب سے آخری اور مستند کتاب میں جب شریعت کی کتاب کا ذکر آتا ہے تو زبور یا انجیل کی شریعت کا ذکر نہیں آتا۔ جیسا کہ فرمایا۔ وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ وَقَفَّيْنَا مِنْ بَعْدِهِ بِالرُّسُلِ وَآتَيْنَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنَاتِ وَأَيَّدْنَاهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ (البقرۃ آیت ۸۸) اور البتہ تحقیق ہم نے موسیٰؑ کو کتاب شریعت دی۔ اور اس کے بعد پے در پے رسولوں کو بھیجا اور عیسیٰ بن مریم کو کھلے کھلے نشان دیئے اور ہم نے اس کو روح القدس سے مدد دی۔ گویا یوحنا کی انجیل کے اس فقرہ کی قرآن کریم نے تصدیق کی ہے کہ شریعت تو موسیٰؑ کی معرفت دی گئی اور فضل اور سچائی یسوع مسیح کی معرفت پہنچی۔ جہاں پر حضرت موسیٰؑ کی کتاب کے مقابلہ پر حضرت عیسیٰؑ کا ذکر آیا ہے۔ وہاں پر انجیل کا بطور کتاب ذکر نہیں کیا۔ خالی بینات کہکر خاموشی اختیار کر لی ہے اور حضرت موسیٰؑ کے بعد پے در پے رسول آئے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کسی بھی رسول کو کتاب شریعت دینے کا قرآن کریم میں ذکر نہیں آیا بلکہ اس کے خلاف دوسری جگہ فرمایا ہے۔ اِنَّآ اَنۡزَلۡنَا التَّوۡرٰٮةَ فِيۡهَا هُدًى وَّنُوۡرٌ‌ ۚ يَحۡكُمُ بِهَا النَّبِيُّوۡنَ۔ (المائدۃ آیت ۴۵) تحقیق ہم نے توریت کو نازل کیا اُس میں ہدایت اور نور ہے اس کے ذریعہ انبیاء فیصلہ کیا کرتے تھے۔ یعنی وہ رسول اور نبی حضرت موسیٰؑ کے بعد آئے وہ توریت پر چلتے تھے، اور توریت کے ہی ذریعے وہ فیصلے کیا کرتے تھے۔ اُن کے پاس کوئی اپنی نئی شریعت نہ تھی۔ اسی موسوی شریعت کی ہدایت پر چل کر نور حاصل کرتے تھے۔ گویا حضرت موسیٰؑ کے بعد جتنے بھی نبی اور رسول آئے وہ سب کے سب توریت پر عمل درآمد کرتے تھے۔ خواہ وہ داؤدؑ ہوں یا مسیح۔ اور بائیبل کی اندرونی شہادت سے یہ امر صاف عیاں ہو جاتا ہے کہ کوئی نبی بھی حضرت موسیٰؑ کے بعد صاحب شریعت نہیں ہوا گو وہ صاحب کتاب ضرور تھے توریت کے ساتھ بہت سے نبیوں کی کتابیں ملحق ہیں۔ مگر کوئی علم و عقل والا انسان ان کو شریعت کی کتابیں نہیں کہتا۔ کیونکہ جب ان کا انسان مطالعہ کرے تو یہ امر اس پر واضح ہو جاتا ہے کہ یہ سب کی سب کتابیں توریت کی شریعت پر ہی چلنے اور عمل کرنے کی طرف راہنمائی کرتی ہیں خواہ وہ زبور ہو۔ یا حضرت سلیمانؑ کی امثال ہوں۔ یا یشعیاہ نبی کی کتاب یا یرمیاہ ہو۔ حزقی ایل ہو۔ دانی ایل ہو یا انجیل ہو۔ وہ سب کی سب اسی ایک نقطہ واحد پر جمع ہیں کہ توریت پر تم کاربند ہو جاؤ۔ کسی بھی کتاب میں اس کی منسوخی کا ذکر نہیں ہے۔ اس لئے صاف ثابت ہو گیا کہ زبور کوئی شریعت کی کتاب نہیں ہے۔ اگر مضمون کے طویل ہو جانے کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں ہر نبی کی کتاب سے حوالے دیتا جو کہ توریت کے ہی شریعت ہونے کا ذکر کرتی ہیں زبور کا بطور شریعت کسی جگہ ذکر نہیں کیا +

ہاں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ زبور ایک کتاب ہے جو حضرت داؤدؑ کو دی گئی۔ انجیل ایک کتاب تھی جو حضرت عیسٰیؑ کو دی گئی۔ اور ایسا ہی دیگر کتابیں بھی اسی طرح دوسرے نبیوں اور رسولوں کو دیں مگر وہ شریعت کی کتابیں نہ تھیں۔ بلکہ ہدایت اور نور۔ پند و نصیحت کی کتابیں تھیں جو کہ توریت کی طرف راہنمائی کرنے والی اور خدائی باتوں پر چلنے کی باتوں سے پُر تھیں +

اب یہ سوال رہ جاتا ہے کہ آیا انجیل بھی شریعت کی کتاب ہے یا نہیں۔ یا یہ بھی محض ایک کتاب ہے، جو کہ توریت کی طرف راہنمائی کرنے کے لئے اور آئندہ آنے والے عظیم الشان نبی کی بشارات سے پُر ہے۔ ان باتوں کا جواب آئندہ صفحات میں ناظرین ملاحظہ کرینگے +

شریعت کیا ہے؟ اس سے پہلے کہ میں اپنے دلائل انجیل کے شریعت نہ ہونیکے بارے میں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بیان کردوں یہ مناسب خیال کرتا ہوں کہ شریعت کے متعلق چند تمہیدی باتیں بیان کردوں۔ شریعت کیا ہے؟

شریعت طریقہ اور راستہ کو کہتے ہیں جس میں چند اوامر ہوں اور چند نواہی ہوں۔ اور مذہبی اصطلاح میں شریعت کی کتاب مستقل طور پر وہ کہلاتی ہے۔ جس میں روزانہ زندگی کے متعلق حکم احکام۔ عبادات اور فرائض کے طریق۔ مذہبی رسوم کی بجاآوری کے متعلق ہدایات مکمل اور مفصل طور پر موجود ہوں۔ اور اس شریعت کی موجودگی میں .. ..کسی سابقہ شریعت کی پابندی کی ضرورت باقی نہ رہے اور اگر کوئی حکم پرانی شریعت کا منسوخ نہ ہوا ہو تو اسی موجودہ شریعت میں وہ پرانا حکم شامل ہو کر اس نئی شریعت کا جزوِ لازمی قرار دیا گیا ہو۔ مثال کے طور پر توریت اور قرآن کریم کو لے لو۔ توریت ایک مستقل شریعت کی کتاب ہے۔ اس میں روزانہ زندگی کے متعلق حکم احکام۔ عبادات اور مذہبی رسوم وغیرہ کے لئے مفصل ہدایات موجود ہیں اور اگر کوئی ایسا حکم ہے جو کہ پہلے بھی کسی شریعت میں موجود تھا تو وہ اسی میں شامل ہو کر موسوی شریعت کا جزوِ لازمی بن گیا ہے۔ توریت کی موجودگی میں کسی سابقہ شریعت کی ورق گردانی کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ ایسا ہی قرآن کریم اور شریعت حقّہ کی موجودگی میں توریت کی ضرورت باقی نہیں ہے۔ اور نہ قرآن کریم میں توریت پر چلنے کا حکم ہے۔ اگر کوئی ایسا حکم ہے جو کہ توریت میں پہلے تھا اور پھر قرآن کریم میں بھی اسی طرح عمل کرنے کا حکم ہے تو وہ حکم قرآنی شریعت کا جزوِ لازمی ہو گیا ہے۔ اس خاص حکم پر چلنے کے لئے ہم کو توریت کی مدد کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ اہل بہاء کو سمجھانے کے لئے میں یوں کہونگا کہ سیّد علی محمدؐ صاحب باب نے ایک شریعت کی کتاب البیان نامی لکھی۔ اور جب جناب بہاء اللہ نمودار ہوئے تو آپ نے البیان کی تعلیمات کو ناقابل عمل پاکر منسوخ کر دیا اور اس کی جگہ ایک نئی کتاب اور نئی شریعت کتاب اقدس کی شکل میں لوگوں کے واسطے بنائی۔ اب کتاب اقدس کی موجودگی میں البیان پر چلنے چلانے کی ضرورت باقی نہیں۔ وہ کتاب اپنی ذات میں ایک مستقل شریعت کی کتاب اہل بہاء کے لئے ہے۔ گو یہ علیٰحدہ بات ہے کہ کتاب اقدس خدا کی طرف سے ہے یا صرف جناب بہاء اللہ نے از خود ہی لکھی ہے۔ خیر میرا مطلب اس امر کو واضح کرنا ہے۔ کہ مستقل شریعت کی کتاب وہ ہوتی ہے جس کی موجودگی میں سابقہ شریعتیں منسوخ ہو جاتی ہیں اور ایک نئی اور مفصل شریعت اپنے پیروؤں کے لئے دیجاتی ہے۔ اور منسوخ شدہ شریعت پر چلنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

اب اگر ہم لغوی معنوں کی رو سے دیکھیں کہ انجیل شریعت کی کتاب ہے یا نہیں تو مجھے اس کے ماننے میں کوئی عذر نہیں کہ لغوی معنوں کی رو سے انجیل شریعت کی کتاب ہے۔ حضرت حزقی ایل۔ حضرت دانی ایل۔ حضرت یشعیاہ۔ حضرت یرمیاہ اور ایسے ہی دیگر سینکڑوں نبیوں کی کتابیں شمار کی جائیں۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کیونکہ اُن کتابوں میں انجیل کی طرح ہدایت ہے۔ نور ہے۔ اوامر ہیں اور نواہی ہیں۔ اور ساتھ ہی توریت پر کاربند رہنے کی ہدایات بھی ہیں اس لئے اُن کو لُغوی معنوں میں تو شریعت کی کتابیں کہہ سکتے ہیں۔ مگر مستقل شریعت کی کتابیں ہرگز ہرگز نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ وہ سب کی سب کتابیں توریت کو منسوخ قرار نہیں دیتیں۔ بلکہ اسی پر کاربند رہنے کی ہدایات دیتی ہیں۔ اس لئے وہ مستقل شریعت کی کتاب نہیں ہے جیسا کہ آگے چل کر ناظرین پر یہ امر واضح ہوگا ۔

مگر یہاں پر یہ سوال نہیں کہ حضرت مسیح ؑ صاحب شریعت تھے یا نہیں۔ بلکہ سوال تو یہ ہے کہ آیا آپ مستقل طور پر کوئی شریعت لائے تھے اور پُرانی شریعت کو منسوخ قرار دیا تھا یا نہیں۔ اور اگر کوئی مستقل شریعت لائے تھے تو وہ کونسی شریعت ہے ؟

یہ بات ماننے میں کوئی حرج خیال نہیں کرتا کہ ہر ایک نبی اور رسول جو بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور ہو کر آئیگا وہ صاحب کتاب ضرور ہوگا۔ خواہ وہ کتاب چند اوراق کا مجموعہ ہو۔ یا سینکڑوں اور ہزاروں صفحات کی ایک ضخیم کتاب ہو۔ کیونکہ جو نبی یا رسول ہوگا۔ اس پر ضرور کوئی وحی اُتریگی۔ اس کو کوئی حکم احکام ملینگے۔ وہ ضرور کسی خاص مقصد کو لیکر مامور کیا جائیگا۔ اور اس کو ضرور کچھ نہ کچھ تعلیم بھی لوگوں کے واسطے دی جائیگی۔ پس الٰہی الہام۔ الٰہی وحی اور الٰہی حکم احکام کے مجموعہ کا نام ہم کتاب رکھ دینگے جیسا کہ توریت کے ساتھ بہت سی کتابیں ملحق ہیں وہ شریعت کی کتابیں ہرگز نہیں۔ بلکہ ان تعلیمات اور وحی کا ایک مجموعہ ہیں جو کہ مختلف انبیاءؑ کو مختلف اوقات میں خدا نے دیں۔ ہاں اگر اس میں مستقل شریعت کی باتیں ہوں اور سابقہ شریعت پر چلنے کی ضرورت سے آزاد کرتی ہوں تو پھر ہم اسکو مستقل شریعت کی کتاب کہیں گے۔ اِن باتوں کی روشنی میں ہم نے دیکھنا ہے کہ آیا انجیل بھی کوئی ایسی ہی کتاب ہے۔ جسکی موجودگی میں توریت کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ اور یہ کہ اس میں بھی مفصل اور مکمل شریعت موجود ہے یا نہیں ۔ (باقی دارد)

نقشہ اجرت اشتہارات

ریویو آف ریلیجنز کئی لاکھ کی احمدی جماعت کا واحد رسالہ ہے اور اس کو نہایت ذوق شوق سے پڑھا جاتا ہے۔ اور اس کے فائل مجلد محفوظ رکھے جاتے ہیں۔ انتہار دینے والوں کے لئے بہترین موقع ہے۔ ضمیمہ ۲ صفحے ۱۲ر سینکڑہ کے حساب سے تقسیم ہوگا۔ اور اُجرت حسب ذیل ہے:۔

سالانہ	ایک صفحہ	۴۰ روپے	نصف صفحہ	۲۳ روپے
چھ ماہ	”	۲۳ روپے	”	۱۲ روپے
تین ماہ	”	۱۲ روپے	”	۷ روپے

فی اشاعت ایک صفحہ ۴½ روپے ÷ نصف ۲½ روپے ÷ فی سطر ۴ر مینجر ریویو اُردو۔ قادیان

Digitized by Khilafat Library Rabwah

صحیح بخاری و مُسلم سے صلوٰۃ خمسہ کا ثبوت

صحیح بخاری و مُسلم سے صلوٰۃ خمسہ کا یکجائی ثبوت عن ابو هریرة انه سمع رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول ارأیتم لو ان نهرا بباب احدکم یغتسل فیه کل یوم خمسة، ما تقول ذالک یبقی من درنه قالوا لا یبقی من درنه شیئاً قال فذالک مثل الصلوٰة الخمس یمحو الله به الخطایا۔ (بخاری)

ابو ہریرہ راوی ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلعم سے سُنا آپ فرماتے تھے کہ اگر تم میں سے کسی کے دروازے پر نہر ہو اور وہ اس میں روزانہ پانچ مرتبہ نہائے تو اس کا میل باقی رہیگا لوگوں نے کہا نہیں باقی رہیگا۔ فرمایا ایسی ہی پانچوں نمازیں ہیں خدا اس سے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

دوسرا ثبوت عن ابو المنہال عن ابی برزة کان النبی صلی الله علیه وسلم یصلی الصبح و احدنا یعرف جلیسه و یقراء فیها ما بین الستین الی المائة و کان یصلی الظهر اذا زالت الشمس والعصر و احدنا یذهب الی اقصی المدینه ثم رجع والشمس حیة و نسیت ما قال فی المغرب و لا یبالی تاخیر العشاء الی ثلث اللیل ثم قال الی شطر اللیل۔ (بخاری)

ابی منہال ابی برزہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز ایسے وقت پڑھتے تھے کہ روشنی میں نمازی اپنے پاس والے کو، پہچان لیتا تھا اور اس میں ساٹھ سے لیکر سو آیتوں تک تلاوت فرماتے تھے۔ اور ظہر کی نماز زوال کے بعد پڑھتے تھے اور عصر ایسے وقت پڑھتے کہ ہم میں سے آدمی عصر پڑھ کر مدینہ کے آخری کنارہ تک جاتا تھا پھر لوٹ آتا تھا اور آفتاب موجود ہوتا تھا۔ ابی منہال کہتے ہیں کہ مغرب کے وقت کے متعلق میں بھول گیا کہ ابو برزہ نے کیا کہا تھا اور عشا کی نماز تہائی رات گئے تک پڑھنے میں مضائقہ نہ سمجھتے تھے پھر کہا کہ آدھی رات تک۔

علیحدہ علیحدہ ثبوت (فجر) عن عروہ بن زبیر عن عائشة اخبرته قالت کن نساء المؤمنات یشهدن مع النبی صلعم صلوٰة الفجر متلفعات بمروطهن ثم ینقلبن الی بیوتهن حین یقضین الصلوٰة لا یعرفهن احد من الغلس (بخاری)

عروہ بن زبیر کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضؓ نے ان سے کہا کہ مسلمان عورتیں اپنی چادریں لپیٹے رسول اللہ صلعم کے ساتھ فجر کی نماز پڑھنے جاتی تھیں پھر نماز پڑھ کر اپنے گھروں کو لوٹتی تھیں اور تاریکی کی وجہ سے کوئی شخص ان کو پہچان نہ سکتا تھا۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

(ظہر) عن جابر کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصلی بالہاجرۃ عن انس بن مالک ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خرج حین زاغت الشمس فصلی الظہر الخ (بخاری)

جابرؓ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوپہر کی گرمی میں نماز پڑھتے۔ انس راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زوال آفتاب کے وقت برآمد ہوئے اور ظہر کی نماز پڑھی۔

(عصر) عن انس بن مالک قال کان رسول اللہ صلعم یصلی العصر والشمس مرتفعۃ حیۃ الخ (بخاری)

انسؓ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز پڑھتے تھے اور آفتاب بلند اور خوب روشن رہتا تھا۔

(〃) عن عایشۃ قالت کان النبی صلعم یصلی صلوٰۃ العصر، والشمس طالعۃ فی حجرتی لم یظہر الفئی بعد (بخاری)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز پڑھتے تھے اور آفتاب کی روشنی میرے حجرے میں پھیل جاتی تھی اور اس میں سایہ ظاہر ہوتا تھا۔

(مغرب) عن رافع بن خدیج یقول کنا نصلی المغرب مع النبی صلعم فینصرف احدنا وانہ لیبصر مواقع نبلہ (بخاری)

رافعؓ بن خدیج کہتے ہیں کہ ہم لوگ رسول اللہ صلعم کے ساتھ نماز پڑھتے اور جب نماز پڑھکر لوٹتے تھے تو اتنی روشنی ہوتی تھی کہ آدمی اپنے تیر کے لگائے ہوئے نشان کو دیکھ سکتا تھا۔

(〃) قال جابر بن عبد اللہ کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصلی الظہر بالہاجرۃ والعصر والشمس نقیۃ والمغرب اذا وجبت والعشاء احیانا واحیانا (بخاری)

جابرؓ بن عبد اللہؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر دوپہر کی گرمی میں پڑھتے اور عصر جبکہ آفتاب خوب روشن رہتا تھا اور زردی نہ پیدا ہوتی تھی اور مغرب جب آفتاب چھپ جاتا تھا اور عشا کبھی ایک وقت میں کبھی دوسرے وقت میں یعنی کبھی شروع رات میں اور کبھی دیر رات میں۔

(عشاء) عن عروہ عن عایشۃ قالت اعتم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالعشاء حتی ناداہ عمر الصلوٰۃ نام النساء والصبیان فخرج فقال ما ینتظرھا احد من اہل الارض غیرکم قال ولا تصلی یومئذٍ الا بالمدینۃ قال وکانوا یصلون العشاء فیما بین ان یغیب الشفق الی ثلث اللیل الاول (بخاری)

عروہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ کہتی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تاخیر کی عشا میں یہاں تک کہ حضرت عمرؓ نے آواز دی "نماز" عورتیں بچے سو گئے۔ یہ آواز سنکر آنحضرت صلعم نکلے اور فرمایا کہ سوائے تمہارے روئے زمین پر اسوقت کوئی نماز کا انتظار نہ کرتا ہوگا اور اس طریقہ سے سوائے مدینہ کے کہیں نماز نہ پڑھی جاتی ہوگی۔ عروہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم اور آپکے اصحابؓ شفق غائب ہونے کے بعد سے اول تہائی شب تک نماز پڑھتے تھے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مذکورہ بالا روایات صرف بخاری کے ابواب اوقات صلوٰۃ کی ہیں۔ ہر باب کے تحت میں متعدد حدیثیں ہیں ہم نے ان میں سے صرف ایک ایک دو دو نقل کی ہیں۔

اب مسلم کی روایات ملاحظہ ہوں۔ صلوٰۃ خمسہ کی مشترک حدیث۔ عن ابی مسعود یقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول نزل جبریل علیہ السلام فامنی فصلیت معہ ثم صلیت معہ ثم صلیت معہ ثم صلیت معہ ثم صلیت معہ یحسب باصابعہ خمسۃ صلوٰۃ (مسلم) ابی مسعودؓ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلعم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جبریل نے اتر کر میری امامت کی۔ میں نے ان کی اقتدا میں نماز پڑھی پھر نماز پڑھی پھر نماز پڑھی پھر نماز پڑھی پھر نماز پڑھی۔ یہ فرماتے جاتے تھے اور اپنی انگلیوں سے پانچ نمازیں گنتے جاتے تھے۔

عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص قال سئل رسول اللہ عن وقت الصلوٰۃ فقال وقت صلاۃ الفجر مالم یطلع قرن الشمس الاول ووقت صلاۃ الظہر اذا زالت الشمس عن بطن السماء مالم تحضر العصر ووقت صلوٰۃ العصر مالم تصفر الشمس ویسقط قرنہا الاول ووقت صلوٰۃ المغرب اذا غابت الشمس مالم یسقط الشفق ووقت صلوٰۃ العشاء الی نصف اللیل۔ (مسلم) عبد اللہ بن عمرو بن العاص راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نمازوں کے اوقات کے بارہ میں پوچھا گیا۔ فرمایا نماز فجر کا وقت اس وقت تک ہے جبتک آفتاب کی پہلی سینگ نکل آئے اور ظہر کا وقت آفتاب کے بیچوں بیچ آسمان کے زوال پذیر ہوجانے سے لے کر جبتک عصر کا وقت نہ آجائے اور عصر کا وقت جبتک آفتاب زرد نہ پڑجائے اور اس کی پہلی سینگ غائب نہ ہوجائے اور مغرب کا وقت آفتاب غروب ہونے سے لیکر شفق کی سرخی ڈوبنے تک ہے اور عشا کا وقت آدھی رات تک۔

عن سلیمان بن بریدۃ عن ابیہ ان رجلا اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فسالہ عن مواقیت الصلوٰۃ فقال لہ اشہد معنا الصلوٰۃ فامر بلالاً فاذن بغلس فصلی الصبح حین طلع الفجر ثم امرہ بالظہر حین زالت الشمس ثم امرہ بالعصر والشمس مرتفعۃ ثم امرہ بالمغرب حین وجبت الشمس ثم امرہ بالعشاء حین وقع الشفق ثم امرہ بالغد فنور بالصبح ثم امرہ بالظہر فابرد ثم امرہ بالعصر والشمس بیضاء نقیۃ لم تخالطہا صفرۃ ثم امرہ بالمغرب قبل ان یقع الشفق ثم امرہ بالعشاء عند ذہاب ثلث اللیل او بعضہ شک حرمی فلما اصبح قال این السائل ما بین ما رایت وقت۔ (مسلم) سلیمان بن بریدہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور نمازوں کے اوقات پوچھے آپ نے فرمایا تم ہمارے ساتھ نمازیں پڑھو وہ آدمی ٹھیر گیا۔ پھر فجر کی نماز کے لئے آپ نے بلال کو حکم دیا انہوں نے اندھیرے میں اذان دی اور آپ نے طلوع فجر کے وقت صبح کی نماز پڑھی۔ پھر زوال کے بعد ظہر کی نماز کا حکم دیا پھر عصر کی اذان کا حکم دیا اور آفتاب بلند تھا۔ پھر غروب آفتاب کے بعد مغرب کی اذان کا حکم دیا۔ پھر شفق ڈوبنے کے بعد عشا کی اذان کا حکم دیا۔ پھر دوسرے دن صبح کی روشنی میں اذان کا حکم دیا۔ پھر ٹھنڈے ہونے کے بعد ظہر کی اذان کا حکم دیا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

حدیثوں سے تیس روزوں کا ثبوت

۱۔ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے رمضان کا ذکر کیا تو فرمایا روزہ رکھنا شروع نہ کرو جبتک پہلی کا چاند (ہلال) نہ دیکھو اور نہ روزہ ختم کرو جبتک پہلی کا چاند نہ دیکھ لو اور اگر بادل ہوں تو اندازہ کرلو (بخاری صوم)

اب ایک مہینہ کی پہلی کے چاند سے شروع ہو کر دوسرے مہینہ کی پہلی کے چاند پر رمضان کے روزے ختم نہ ہوئے تو دوستو! حساب لگا کر اپنے حریف کو بتاؤ کہ کے روزے ہوئے ۔

۲۔ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ مہینہ انتیس ۲۹ دنوں کا بھی ہوتا ہے تو روزے نہ رکھو یہانتک کہ اس کو (پہلی کے چاند کو) دیکھو تو اگر بادل چھائے ہوں تو گنتی پوری تیس ۳۰ کرلو (بخاری صوم)

۳۔ ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جب پہلی کا چاند (ہلال) دیکھو تو روزہ شروع کرو اور جب اس کو دیکھو تو روزہ ختم کرو، (مسلم صوم)

حساب لگائیے کہ ایک پہلی کے چاند سے دوسری پہلی کے چاند تک گے دن ہوتے ہیں۔ کبھی تیس ۳۰ اور کبھی انتیس ۲۹۔

۴۔ ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ پہلی کا چاند دیکھ کر روزہ شروع کرو اور اس کو دیکھ کر ختم کرو اور اگر ابر آجائے تو تیس ۳۰ گنو، (مسلم صوم)

۵۔ ایک تابعی امیر معاویہ کے زمانے میں شام گئے وہاں جمعہ کی رات کو چاند نکلا اور آخر مہینہ میں وہ مدینہ آئے تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے اُن سے چاند کا حال پوچھا کہ تم نے کب دیکھا انہوں نے کہا جمعہ کی رات کو پوچھا کیا تم نے خود دیکھا؟ کہا ہاں۔ میں نے بھی دیکھا اور سب لوگوں نے دیکھا اور سب نے روزہ رکھا اور معاویہ نے بھی روزہ رکھا، ابن عباسؓ نے فرمایا ہم نے تو سنیچر کی رات کو دیکھا تو ہم تو روزے رکھتے جائینگے۔ یہاں تک کہ تیس ۳۰ پورے ہو جائیں، (مسلم صوم) (بخاری)

۶۔ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے رمضان کے سوا پورے مہینہ کا روزہ کبھی نہیں رکھا۔ یعنی رمضان میں پورے مہینہ کا روزہ رکھتے تھے۔ شہراً کاملاً۔

۷۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ آنحضرت صلعم نے کسی مہینہ پورا روزہ نہیں رکھا۔ لیکن رمضان کا پورا مہینہ روزہ میں گذارتے تھے (بخاری صوم) استکمل شہر رمضان

۸۔ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا پہلی کا چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور اسی کو دیکھ کر ختم کرو اور اگر بادل چھا جائے تو تیس ۳۰ پورے کرو۔ (ترمذی صوم)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

۹- عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ ہم نے آنحضرت صلعم کے ساتھ تیس اور انتیس دن کے روزے رکھے (ترمذی و ابوداؤد، صوم)

۱۰- حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلعم شعبان کے دنوں کے گننے میں بڑا اہتمام کرتے تھے۔ پھر رمضان کا چاند دیکھتے ہیں، تو اگر مطلع غبار آلودہ ہوتا تو تیس ۳۰ دن پورے کرتے (ابوداؤد صوم)

۱۱- ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ مہینہ سے ایک دو دن پہلے روزہ نہ رکھو۔ لیکن یہ کہ تمھاری عادت کے روزے کے دن ہوں اور رمضان کا روزہ نہ رکھو یہاں تک کہ پہلی کا چاند دیکھ لو اور روزہ نہ رکھو یہاں تک کہ اس کو دیکھ لو پھر اگر (شوال کی پہلی کے چاند کے) درمیان ابر حائل ہو جائے تو تیس ۳۰ کی گنتی پوری کر لو پھر روزہ نہ رکھو اور مہینہ انتیس ۲۹ کا بھی ہوتا ہے۔ (ابوداؤد صوم)

۱۲- خدیفہؓ بن یمان صحابی سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ مہینہ (رمضان) سے پہلے روزہ شروع نہ کرو یہاں تک کہ پہلی (رمضان) کا چاند دیکھو یا (شعبان کی) گنتی پوری کرو، پھر روزہ رکھو اور روزہ نہ توڑو یہاں تک کہ پہلی (شوال) کا چاند دیکھو یا (رمضان کی) گنتی پوری کرو، (نسائی صوم)

۱۳- ربعی سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ جب پہلی کا چاند دیکھو تو روزہ رکھو اور جب پھر اُسکو دیکھو تو روزہ ختم کرو اور اگر ابر ہو تو شعبان کو تیس ۳۰ پورا کرو۔ لیکن یہ کہ پہلی کا چاند اس سے پہلے دیکھو لو پھر رمضان کے تیس ۳۰ روزے رکھو۔ لیکن یہ کہ اس سے پہلے ہی تم پہلی کا چاند دیکھ لو۔ (نسائی) (مرتبہ)

ترکستان میں مسلمان

یہ وہ ملک ہے جس پر سب سے آخر میں روس کا تسلط ہُوا۔ اُنیسویں ۱۹ صدی کے وسط تک ترکستان میں بہت سی نیم آزاد ریاستیں تھیں جن میں بخارا اور خیوا خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ جو کبھی ترکی تمدن و تہذیب کا مرکز بن چکی تھیں۔ ترکستان نے تیمور لنگ اور بابر جیسے مشاہیر پیدا کئے۔ جنہوں نے بڑی بڑی سلطنتوں کی داغ بیل ڈالی اور اپنی شجاعت و بسالت کا ڈنکا تمام دنیا میں بجایا۔ ترکستان کی مجموعی آبادی ایک کروڑ ہے، جس میں سے دس لاکھ ازکی ہیں، جن کی رگوں میں ترکی اور ایرانی خون دوڑ رہا ہے

وادی وویگا و یورال کی آبادی

ترکی مؤرخین کے نزدیک تو اس قوم کا نام "جنوبی ترک" ہے۔ ایک زمانہ تھا کہ اس قوم نے ماسکو کو

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مسخر کرلیا تھا، اور روس کے بہت سے مشہور مقامات پر اس کا قبضہ تھا۔ لیکن خانہ جنگی نے انہیں تباہ کردیا اور یکے بعد دیگرے وہ اپنے تمام مقبوضات کھو بیٹھے یہانتک کہ خود زار کا حلقہ غلامی اپنے کانوں میں ڈال لیا۔ قازان اور اصطرخان پر سب سے پہلے زار کا قبضہ ہوا۔ ۱۵۵۲ء میں زار نے قازان کو مسخر کرکے اس کی اینٹ سے اینٹ بجادی، اور قتل عام کا حکم دیدیا۔ صرف بچوں کو اس حکم سے مستثنیٰ قرار دیا گیا۔ اور انہیں ماسکو لے جاکر بپتسمہ دیا گیا اور عیسائی بنا لیا گیا۔ زار روس نے ترکوں کو صفحہ ہستی سے مٹا دینے میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا۔ اس نے یہ تسلیم کرنے سے بھی انکار کردیا کہ اسلام ترکوں کا مذہب ہے۔ ترکوں کے اوقاف پر قبضہ کرلیا گیا۔ ان کے تمام املاک عیسائیوں میں تقسیم کردیئے گئے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ چالیس لاکھ ترک اس ملک سے ہجرت کر گئے۔ قوم کی مجموعی تعداد ایک کروڑ ہے۔ جس میں چالیس لاکھ تاتاری ہیں۔ دریائے وولگا روس کو سائبیریا سے الگ کردیتا ہے اور جو لوگ وادی وولگا میں رہتے ہیں وہ بیشتر ترک اور حنفی المذہب ہیں +

کریمیا

کریمیا کے جزیرہ نما میں ترکی قوم کی آبادی زیادہ ہے کریمیا کے زمانے میں یہ نہایت زبردست سلطنت تھی۔ کریمیا کے ترک بادشاہ کے جلو میں ہر وقت ڈھائی لاکھ سپاہ رہا کرتی تھی لیکن ۱۷۸۳ء میں روس والوں نے اسے فتح کرکے اپنی سلطنت سے ملحق کرلیا۔ روسیوں کے جبر و استبداد سے مجبور ہو کر تقریباً بیس لاکھ ترک کریمیا سے ہجرت کرکے غیر ممالک میں پناہ گزین ہوئے۔ اس وقت ترکوں کی تعداد پانچ لاکھ سے زیادہ نہیں اور یہ کل سُنّی مسلمان ہیں +

کوہ قاف

کوہ قاف میں اکثر ترک آذربائیجانی طبقہ کے ہیں۔ چند اور دوسرے طبقوں کے لوگ بھی آباد ہیں۔ جن میں مشہور قوماگ۔ بالقر۔ درددو وغیرہ ہیں۔ ایران سے قریب ہونے کی وجہ سے اکثر آذربائیجان کے شیعہ ہوگئے۔ ان کی زبان عثمانی ترکوں کی زبان سے ملتی جلتی ہے۔ کوہ قاف کی مُسلم آبادی ساٹھ لاکھ کے قریب ہے۔ جس میں چالیس لاکھ ترک ہیں۔ اس کے علاوہ دس لاکھ ترک سائبیریا کے ریگستانوں میں آباد ہیں اور چالیس لاکھ سے زیادہ روس کے دوسرے مقامات پر سکونت رکھتے ہیں + (ماخوذ)

کیا احباب نے ریویو آف ریلیجنز اُردو کی توسیع اشاعت کے لئے سعی کی ہے؟

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ماہ نومبر کا ریویو وی پی ہوگا

ان بقایاداران ریویو آف ریلیجنز اُردو کے نام نومبر کا رسالہ وی پی ہوگا جن کی طرف سے تاحال چندۂ ریویو بابت سنہ ۱۹۳۲ء بلکہ اس سے قبل کا بھی وصول نہیں ہُوا۔ اور جن کی طرف سے قیمت جون سنہ ۱۹۳۲ء تک ختم ہے۔ امید ہے یہ وی پی وصول کر لئے جائینگے تاکہ ہم مزید زیر باری سے بچیں +

ضمیمہ تحفہ ہند و یورپ

ہمارے کرم فرما چوہدری نعمت اللہ خاں صاحب گوہر بی اے قادیان نے اس موضوع پر ایک ٹریکٹ شائع کیا ہے۔ کہ ہندو مسلمان آپس میں کیوں جھگڑتے ہیں دونو قوموں کا مورث اعلیٰ ایک تھا۔ دونو قوموں کا باوا آدمؑ اکمک یعنی منو طوفان کے بعد مورث اعلیٰ ایک یعنی وشنو جو نوح علیہ السلام ہے اور روحانی باپ ایک یعنی برہما (حضرت ابراہیمؑ) ٹریکٹ بہت دلچسپ ہے۔ اور قابل مطالعہ تحفہ ہند و یورپ کے خریداران کو مفت +

طب جدید

استاذ الاطباء حکیم احمد الدین صاحب موجد طب جدید نام سے رسالہ نکلنا شروع ہُوا ہے ایڈیٹر ممتاز الاطباء حکیم مختار احمد ممتاز چندہ سالانہ ایک روپیہ نمونہ مفت۔ منگوا کر اور اپنے نام جاری کرا کے فائدہ اُٹھایئے +

نغمۂ دل

یعنی مجموعۂ کلام جناب حکیم ضمیر حسن خاں صاحب دل شاہجہانپوری حکیم صاحب اور برادر مکرم حضرت مختار شاہجہانپوری کو حضرت امیر مینائی لکھنوی سے تلمذ ہے۔ آپ کا کلام ان عیوب سے پاک ہے جو عموماً آجکل شعراء میں پائے جاتے ہیں۔ ہمیں کئی ایک خصوصیات ہیں اور ان باتوں سے جو عموماً پائی جاتی ہیں اور جن کی وجہ سے بزرگ نوجوانوں کو دیوان پڑھنے سے روکا کرتے ہیں علی العموم اجتناب ہے۔ اس لئے خوشی سے سفارش کی جاتی ہے کہ اسے منگوا کر پڑھیں اور حظ اُٹھائیں۔ ملنے کا پتہ بازار بہادر گنج شاہجہانپور۔ جناب اسرار حسن خاں صاحب سوداگر۔ قیمت عہ حجم قریباً دو سو صفحہ۔ طباعت کتابت۔ کاغذ دیدہ زیب اور عمدہ و اعلیٰ +

الفضل کا خاتم النبیین نمبر ۶ نومبر کو نکلیگا درخواستیں بھیجیں۔ ۸ اکتوبر کے لئے مصباح یکم اکتوبر منگوائیں۔ قیمت ۲/

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بانی

ڈاکٹر ایس۔ کے۔ برمن

ٹی/ایس
ڈاکٹر۔ ایس۔ کے۔ برمن
لمیٹڈ

منعت۔۔
اسٹار
SKB
ٹریڈ مارک
رجسٹرڈ
سنہ ۶۱۹۸۴

پچاس سالوں سے ہندوستانی پیٹنٹ دواؤں کا بے مثل بڑا کارخانہ

روگ کا گھر کھانسی

کف کف (REGD)

(کف کھانسی و سردی کی لاجواب دوا)

پیتے ہی کھانسی کو دباتی اور کف کو پتلا کرتی ہے۔

کھانسی بہت خوفناک مرض ہے۔ اسے کبھی بھی خفیف نہ سمجھیں۔ "کف کف" کے پیتے ہی کھانسی دب جاتی ہے۔ کف خواہ کھانسی کی کیسی ہی زیادتی کیوں نہ ہو۔ یہ دوا دور کرنے کا دعویٰ رکھتی ہے۔
قیمت شیشی کلاں ایک روپیہ چھ آنہ عہ محصول دس آنہ ۱۰/ قیمت شیشی خورد بارہ آنہ ۱۲/ محصول سات آنہ ۷/

ہیلک صابون (REGD)

دوا آمیز خوشبودار

آپ عمدہ ولایتی صابون کے بجائے روزانہ اسے استعمال کر سکتے ہیں۔ اسکے متواتر استعمال سے جلدی بیماریوں کے ہونیکا احتمال نہیں رہتا۔ اور خارش۔ خسرہ۔ پھنسی۔ مہاسہ۔ برین اور جلدی خشکی وغیرہ دفع ہوتی ہے۔
قیمت فی ٹکیہ سات آنہ ۷/ محصول سات آنہ ۷/ نمونہ دو آنہ ۲/

ہیلک مرہم (REGD)

کٹے جلے چوٹ وغیرہ پر لگانے کا مشہور مرہم

ہیلک سے حادثہ زدہ چوٹ۔ زخم۔ سوزش۔ داد۔ سیلان خون اور آگ سے جلنے کا زخم فوراً آرام ہوتا ہے۔ فٹ بال کرکٹ جمناسٹک۔ کثرت وغیرہ کے کھلاڑیوں کو اور کارخانہ میں کام کرنیوالوں کو ہمیشہ اپنے پاس رکھنا چاہیئے۔ اس میں چربی یا کوئی ناپاک چیز وغیرہ نہیں۔ قیمت فی ڈبیہ ۱۰/ محصول ۲/ ڈبیوں

نقلی دواؤں سے ہمیشہ ہوشیار رہیئے

نوٹ:۔ ہماری دوائیں ہر جگہ ملتی ہیں۔ بغرض کفایت محصول اپنے مقامی ہمارے ایجنٹوں سے خریدیں نمونہ صرف ایجنٹوں ہی سے دستیاب ہو سکتا ہے۔

صیغہ نمبر (۱۱۷) پوسٹ بکس نمبر ۵۵۴ کلکتہ

ایجنٹ:۔ قادیان میں ایجنٹ کی ضرورت ہے۔

بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام سٹیم پریس قادیان میں چھاپ کر مالکان کے لئے قادیان سے شائع کیا۔